اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۲۵/- روپے فی پرچہ ۲/۵۰ روپے

بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ۔ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

* وفاق المدارس کا دارالعلوم میں اجتماع
* قادیانی ترمیم
عورتوں کا مظاہرہ

۲۷-۲۸-۲۹ مارچ کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ
کے اجلاس منعقد ہوئے۔ اس تنظیم سے پاکستان کے دیوبندی مکتب فکر کے تقریباً ایک ہزار مدارس و جامعات وابستہ ہیں
جو ان مدارس کے نصاب و نظام تعلیم باہمی ارتباط و تنظیم ترقی و بقا اور استحکام کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ اس وقت
بدقسمتی سے گردش دوراں اور انقلاب احوال کی بناء پر ہمارے علمائے کرام کے اکثر سیاسی و نیم سیاسی تنظیمیں افتراق
انتشار کا شکار ہو کر رہ گئی ہیں اور اتحاد و یگانگت کا کوئی نکتہ انہیں یک جا نہیں کر سکتا۔ صرف وفاق المدارس
تنظیم ایک ایسی سٹیج رہ گئی ہے جس پر ملکی و سیاسی امور میں طریق کار پر اختلاف رائے طبعی اور فکری رجحانات
کام میں ترجیحات کا الگ الگ نقطہ نظر رکھنے کے باوجود علماء دیوبند تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک
جاتے ہیں اور باہم آپس میں مل بیٹھنے کا موقعہ صرف وفاق سے مہیا ہو جاتا ہے۔ دوریاں کم ہو جاتی ہیں اور قرب کے فاصلے سمٹ
ہیں۔ فی الوقت یہ بھی وفاق کی ایک نہایت اہم افادیت ہے اور الحمدللہ کہ وفاق کے موجودہ اجلاس میں یہ افادیت
موثر شکل میں سامنے آئی۔ اور اجلاس کے ان تین چار ایام میں دارالعلوم کی فضاؤں میں باہمی الفت و محبت خلوص
کے مظاہر و مناظر کا موسم بہار جیسا سماں رہا۔ دارالعلوم حقانیہ کی اہم مرکزی حیثیت اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ
کا سرپرست ہونے کی وجہ سے اس سال وفاق المدارس کے اکابر نے ایک دور افتادہ بستی اکوڑہ خٹک میں اپنا اجلاس
منعقد کرنے کا فیصلہ کیا جب کہ اس سے قبل یہ اجلاس ملتان، لاہور یا کراچی جیسے شہروں میں ہوتے
کسی قصبہ میں اتنے وسیع اور ہمہ گیر تنظیم کے اجلاس کا پہلا اتفاق تھا جس کی وجہ سے دارالعلوم کے منتظمین اور
وسائل آرام و راحت کما حقہ مہیا نہ کر سکنے کی بناء پر متردد تھا۔ مگر جماعت اور مسلک کے احترام میں سر تسلیم خم کر
دارالعلوم کے منتظمین قابل احترام اساتذہ اور مخلص و جفاکش طلبہ نے شب و روز ایک کر کے اجلاس میں ملک
سے آئے ہوئے سینکڑوں واجب الاحترام علماء اور مشائخ کی میزبانی اور خاطر داری میں کوئی کسر نہ اٹھائی۔ اور ان
مہمانوں کے عمومی تاثرات نہایت قابل اطمینان رہے اور انہوں نے یہاں کے دوران قیام ایک خاص قسم کے
اطمینان و مسرت محسوس کرنے کا اظہار کیا۔

۲۷ کو مجلس عاملہ کے اجلاس کتب خانہ کے ہال میں جاری رہے مجلس شوریٰ کا افتتاحی اجلاس ۲۸ مارچ کو صبح

دارالعلوم کی وسیع مسجد کے ہال میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی صدارت میں شروع ہوا۔ اس اجلاس کے مہمان خصوصی بقیۃ السلف مجاہد جلیل مولانا عزیر گل اسیر مالٹا رفیق و تلمیذ حضرت شیخ الہند قدس سرہ تھے جنہوں نے اپنی عام روایات اور مزاج کے برعکس اس ناچیز کی ضد کی حد تک اصرار پر اس اجلاس میں شرکت قبول فرمائی۔ اور ایک مدت بعد اپنی عزلت نشینی کا حصار توڑ کر دارالعلوم تک سفر کی صعوبت برداشت کی۔

اس اجلاس کا ایک عجیب روحانی منظر تھا۔ شہ نشین پر اسیر مالٹا مدظلہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور صدر وفاق مولانا محمد ادریس میرٹھی جلوہ افروز تھے اور کامل اہل اللہ علماء و صلحاء کی نورانی شخصیتوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ احقر نے مجلس استقبالیہ کے نگران کے طور پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف سے خطبہ استقبالیہ پیش کیا جس کے اہم نکات تجاویز اور مخلصانہ ہدایات کو بعد میں تمام اجلاس نے سراہا۔ اسے لوح قلب پر ثبت کرنے پر زور دیا اور ایک ایک حرف آب زر سے لکھنے کا مستحق قرار دیا اور تجویز پیش کی کہ شوریٰ کی اگلی پانچ نشستوں میں غور و فکر بحث و تمحیص کا دائرہ انہی خطوط تک محدود رکھا جائے۔ اجلاس میں کچھ احباب نے اور بعد میں سب نے باصرار مہمان خصوصی سے ایک آدھ حدیث پڑھ کر اجازت حدیث کی خواہش ظاہر کی۔ مگر اسلاف کی تواضع، عجز و انکسار کے عجیب مناظر سامنے آئے۔ کہ حضرت مہمان خصوصی آخر تک اس خواہش کی تکمیل پر از روئے فنائیت نفس تیار نہ ہو سکے۔ کہ مجھے یہ تصنع سی لگ رہی ہے نہ دل آمادہ ہوتا ہے نہ انشراح خاطر ہے۔ کہ ایسی مصنوعی صورت اختیار کروں"

ان حضرات کی دعاؤں پر ایک بجے اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد ۲۹ر کی ظہر تک شب و روز شوریٰ کے اجلاس جاری رہے جن میں شریک منتہین مدارس و مندوبین نے مدارس کو درپیش مسائل نصاب و نظام تعلیم ، سندات کا معادلہ امتحانات اور درجات تعلیم وغیرہ تمام امور پر مفید تجاویز زیر بحث آئیں۔ مدارس میں سرایت کرنے والی خرابیوں اور درس تدریس اور مطالعہ کو نقصان پہنچانے والے عوامل پر توجہ دلائی گئی۔ الغرض دینی تعلیم کے مروجہ نظام کے ہر پہلو پر باہم مل بیٹھ کر اظہار خیال کا موقعہ اہل علم کو ملا جو ایک بڑی کامیابی ہے۔ اتنے بڑے اور ملک گیر سطح پر علماء کے اجتماع کے موقعہ پر احقر کی شدت سے یہ خواہش تھی کہ افغانستان میں روسی استبداد اور جہاد کے مسئلہ پر حضرات علمائے کرام کو بھرپور توجہ دلائی جائے اور الحمد للہ کہ یہ مقصد اس طرح حاصل ہوا کہ افغان مجاہدین کی اکثر اہم جماعتوں کے معزز سربراہوں نے ۲۸ر مارچ کو عصر سے مغرب تک کی نشست میں اپنا قلب و جگر چیر کر حاضرین کے سامنے رکھ دیا۔ خود بھی روئے اور علماء کو بھی رلایا اور اس نازک موقعہ پر اہل علم کی توجہات دینی سوئیت اور فرائض کی طرف موثر انداز میں مبذول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ وفاق کے اس تاریخی اور فقید المثال اجتماع کو دینی تعلیم و تربیت ملک و ملت اور دین متین کے ہر شعبہ کے حق میں مفید سے مفید تر اثرات کا حامل بنا دے۔

بدقسمتی سے ملک میں اسلامی نظام کی طرف پیش رفت کی رفتار کا معاملہ تو مستقل طور پر اہل درد مسلمانوں کے لئے تشویش و اضطراب کا موجب بنا ہوا ہے کہ اس کے ساتھ بعض واقعات اور اقدامات ان اندیشوں میں اضافہ کر جاتے ہیں قادیانیوں کے بارہ میں ۷۴ء کی متفقہ اور اجتماعی ترمیم کا زیر بحث آ جانا (جس کے عوامل کچھ ہی کیوں نہ ہوں) اور ایک طرح اس کا

متنازعہ بن جانا ایک نہایت تشویشناک مسئلہ ہے۔ ایک صدی کی طویل جد و جہد اور سینکڑوں شہداء ختم نبوت کی قربانیوں سے
حاصل اس ترمیم کو ہم سرمایۂ ایمان اور ذریعہ نجات سمجھتے ہیں اور اس جانب کسی بھی عنوان سے ترچھی نظر اٹھانے کے کسی کے لئے
روادار نہیں ہیں۔ ہر چند کہ اس ترمیم کے متبادل مشکل میں تلافی و تدارک کی صورتیں بھی زیر بحث آرہی ہیں۔ مگر میری مخلصانہ گذارش
جناب صدر پاکستان کی خدمت میں یہی ہے کہ قیل و قال کے اس سلسلہ کو مزید طول دینے کا موقعہ نہ دیں اور سیدھے سادے
الفاظ میں اعلان کردیں کہ ۷۳ء کا آئین اگرچہ صحیفہ آسمانی نہیں ہے مگر ختم نبوت سے متعلق ترامیم صحیفہ آسمانی ہی سے مستفاد
لی گئی ہیں اس لئے یہ ہرگز منسوخ نہیں ہیں اور اسے ایک لمحہ کے لئے منسوخ یا معطل کہنا بھی ضیاع دین و ایمان ہے۔ یہ ایک
حساس اور نازک مسئلہ ہے اسے یوں بازیچۂ افکار بنانا بھی ایٹم بم سے کھیلنا ہے جس کے نتائج نہایت خطرناک ہوسکتے ہیں۔
چند اخلاق باختہ عورتوں نے قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات کے ایک صریح حکم بیان کرنے پر ایک عالم کے خلاف طوفان بدتمیزی
برپا کیا جب کہ یہ ہنگامہ اسلام کے نظام عفت و عصمت سے ہرگز جوڑ نہیں کھا سکتا اور طرفہ تماشا یہ کہ صدر محترم کی طرف سے
سرزنش کی بجائے ایسے خواتین کی دلجوئی کرنے والے جملے سامنے آئے ان کا یہ جملہ تو واقعی اعصاب شکن تھا کہ فلاں عالم اتھارٹی
نہیں بلکہ میں اتھارٹی ہوں۔ اور وہ یہ بھول گئے کہ وہ اختیار و اقتدار کے سلسلہ میں کتنی بڑی اتھارٹی کیوں نہ ہوں۔ دین اور
دینی اقدار کے بارہ میں کسی بڑے سے بڑے عالم کی طرح کوئی بڑے سے بڑا حکمران و سلطان وقت بھی ہرگز ہرگز اتھارٹی نہیں ہے
اتھارٹی صرف اللہ اور رسولؐ کی ہے۔ "میں" اور "انا" جیسے جملوں کا ہر انسان۔ ہر حکمران۔ ہر عالم و مرشد کے لئے بھی تباہ کن
سنت اللہ ہے اللہ تعالیٰ ایسے غیر محتاط گفتگو سے ہمارے صدر محترم کو محفوظ رکھے۔

سمیع الحق ۳۰ / مارچ

ضروری وضاحت و استدراک اقبال خمینی کے زیر عنوان پچھلے پرچہ میں جناب خسروی صاحب کے مضمون کا مقصد
مقالہ نگار، مدیر اور ادارے کا اس مضمون سے ادنیٰ درجے کا اتفاق و تائید کرنا نہیں تھا بلکہ بدقسمتی سے ان مشاہیر کی فکری لغ
بانداز و ذہنی ظاہر کرانا تھا ورنہ ظاہر ہے کہ ایسے غیر محتاط بات کا اسلام سے بعید ترین تعلق بھی نہیں ہو سکتا۔ مقالہ نگار کی طرف
مضمون کے آغاز میں یہ ابتدائیہ بھی تھا "قارئین اس کا مطالعہ قرآن و حدیث کی روشنی میں نہ کریں ورنہ مایوسی ہوگی"۔ مگر یہ نو
اوجھل ہو گیا۔ اس مضمون کے تحت السطور کو نہ سمجھ سکنے والے قارئین کی تشویش پر ہم معذرت خواہ ہیں

۲۔ شمائل نبویؐ سے متعلق ٹیپ سے قلم بند کی گئی میرے ایک درس میں حضرت خدیجہؓ کی اولاد کے ذ
یہ جملہ شائع ہوا کہ حضرت فاطمہؓ حضورؐ سے تھیں باقی ابوہالہ سے۔ اس سے مراد ابوہالہ کی اولاد ہند اور ہالہ تھے
ہرگز نہ تھا کہ خدیجۃ الکبریٰؓ سے حضورؐ کی اور صاحب زادیاں نہ تھیں یہ موقف تو شیعہ حضرات کا ہے۔ جو
سے غلط اور باطل ہے۔ اس غلط فہمی کا جو تقریر کے ایک جملہ سے ہوا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ قارئین اس مضمو
"باقی اولاد" کے ساتھ قوسین میں (ہند اور ہالہ) کا اضافہ کریں۔

سمیع الحق

خطبۂ استقبالیہ

وفاق کے دینی مدارس کے لئے چند اصلاحی تجاویز

اجلاس مجلس شوریٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

منعقدہ ۲۸، ۲۹ ، مارچ ۱۹۸۲ء

دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک

منجانب

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ سرپرست وفاق المدارس

پیش کنندہ

احقر سمیع الحق۔ خادم العلم بدارالعلوم الحقانیہ۔ دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امابعد

بزرگان محترم! اضیاف کرام ومشائخ عظام ۔ سب سے پہلے میں خداوند قدوس کا ہزار بار شکر گذار ہوں کہ جس نے آج اس دور افتادہ گاؤں میں دارالعلوم حقانیہ میں وفاق المدارس کے اکابر وارکان کی ایک قدسی جماعت کے قدوم مبارکہ کی سعادت سے نوازا۔ اس کے بعد میں اکابر وفاق المدارس کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ یہاں کی دور افتادگی اور ہر لحاظ سے بے سروسامانی کے باوجود دارالعلوم کے خدام کو ایسے برگزیدہ اجتماع کی میزبانی کا شرف بخشا اس کے ساتھ ہی اس مبارک اجتماع میں تشریف لانے والے تمام معزز مہمانان گرامی کا صمیم قلب سے خیر مقدم کرتا ہوں جنہوں نے وفاق المدارس کی ترقی واستحکام کی خاطر اس دور دراز قصبے کا رخ کیا۔ اور سفر کی صعوبتیں برداشت کیں ۔ فجزاکم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔

حضرات گرامی! یہ موقعہ دارالعلوم حقانیہ کے لئے عید سعید سے کم نہیں ، یہاں کے تمام اساتذہ وطلبہ دیدہ ودل فرش راہ کئے ہوئے ہیں ۔ یہاں کا ذرہ ذرہ آپ جیسے علمی آفتاب وماہتاب حضرات سے مستنیر ہونا چاہتا ہے ۔ اور ہم سب خلوص ومحبت کی ساری پونجی آپ کے قدموں پر نچھاور کرتے ہیں ۔ مگر اس کے ساتھ ہمیں اس تقصیر وکوتاہی کا بھی شدت سے احساس واعتراف ہے کہ اس دیہاتی ماحول میں آپ حضرات کے شایان شان آرام وراحت کا ہرگز انتظام نہیں کرسکے ۔ جس پر ہم نہایت عجز واخلاص سے آپ سب حضرات سے معذرت خواہ اور عفو درگذر کے خواستگار ہیں ۔

حضرات کرام! آج ہماری مسرتیں اور خوشیاں اس لحاظ سے بھی دوبالا ہو گئی ہیں کہ اس مبارک اجتماع میں ہمارے قافلہ سالاران جہاد وحریت کا آخری بقیۃ السیف جرنیل حضرت اقدس مولانا میاں **عزیر گل** صاحب اسیر مالٹا رفیق وتلمیذ حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی قدس سرہ العزیز ہم میں موجود ہیں ۔ ان کا وجود ہمیں جہاد وعزیمت ، اخلاص وللہیت ، علم وتفقہ اور زہد وتقویٰ کے ان عظیم سرچشموں کی طرف متوجہ کررہا ہے ۔ جو ہمارے اسلاف واکابر دیوبند کی شکل میں اس صدی میں عالم اسلام کے لئے روشنی کے مینار اور رشد وہدایت کے آفتاب بنے ۔ جن کی مثال چشم فلک نے اس صدی میں کہیں اور نہیں دیکھی تھی ۔ پھر ریشمی رومال ۔ مالٹا اور الجزیرہ کے زندان ہمیں قدوسیوں کی اس عظیم جماعت کی یاد دلاتی ہے ۔ جو امیر المومنین ، امام المجاہدین سید احمد شہید قدس اللہ سرہ کی قیادت وسیادت میں حق کی علمبردار بنی ۔ اور جنہوں نے اپنے خون سے چمنستان اسلام کو سینچا ۔

تحریک شیخ الہند کا سرچشمہ یہی جماعت تھی اور آج خوش قسمتی سے آپ جہاں جمع ہیں تو یہ قصہ زمین

برسرزمین والا معاملہ ہے۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے رفقاء کے مقدس خون نے سب سے پہلے اسی خطہ کو لالہ زار بنایا اور کئی صدیوں بعد اسلامی حدود و شرائط کے مطابق یہ پہلا جہاد اسلامی تھا جو اکوڑہ خٹک کی سرزمین پہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے لڑا گیا۔ اور امام حریت و شریعت سید احمد شہیدؒ نے اکوڑہ خٹک کی اس رات کو لیلۃ الفرقان قرار دیا۔ بے شک یہاں جو بھی کچھ حقیر سی خدمت دین ہو رہی ہے یہ انہی فدایان شمع رسالت کے خون شہادت کے برگ و بار ہیں اور انہی نفاس قدسیہ کی برکات ہیں جو یہاں کی فضاؤں میں بکھری ہیں ؎

بہر زمین کہ نسیمے ززلف او زدہ است ہنوز از سر آں بوئے مشک می آید

یہ قربانیاں جتنی لافانی تھیں اور یہ جہاد جتنا عظیم اور اہم تھا اس کے اثرات و برکات بھی قیام عالم تک جاری و ساری رہیں گی۔ یہ دعوت کبھی تحریک دیوبند کبھی تحریک ریشمی رومال اور کبھی آزادی ملک و ملت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ تو کبھی علمائے حق کے مدارس و مراکز اور کبھی ان کی تنظیم وفاق المدارس کی صورت میں نشان دعوت و عزیمت بن کر صفحہ عالم پر ابھرتا اور پھلتا پھولتا رہے گا۔

اکوڑہ خٹک کی اس چھوٹی سی بستی پر لیلۃ الفرقان میں شہداء اسلام کے خون نے چمنستان اسلام کی جو آبیاری کی تو آج دنیا کے سب سے بڑے اسلام دشمن سامراج سوویت یونین کے ظلم و عدوان کے مقابلے میں یہ طائفہ حقہ آہنی دیوار بنا ہوا ہے اور افغانستان کی سرزمین پر بدر و حنین کی تاریخ رقم کر رہا ہے۔ اس میں ایک بہت بڑی جماعت اور اہم قائدانہ کردار اسی بستی پر قائم اسی ادارہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور مستفیدین کا ہے۔ اور شاہ ولی اللہؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور بطل اسلام شیخ الہندؒ کا جہاد افغانستان کے پہاڑوں اور وادیوں میں جاری و ساری ہے۔

حضرات اکابرین ملک و ملت! برصغیر پاک و ہند پر برطانوی سامراج کے تسلط کے بعد دینی علوم اور اسلامی فنون کی تعلیم و ترویج کا سلسلہ درہم برہم ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دین متین اور اسلامی ورثہ کی حفاظت کے لئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند اور ان کے قدسی صفات مخلص رفقاء کار نے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ جیسے صاحب بصیرت ولی اللہ کی ہدایات و راہ نمائی میں دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس عربیہ کی داغ بیل ڈالی۔ یہ نہایت بے سرو سامانی کا عالم تھا۔ اور دین کی کس مپرسی کا عجیب حال۔ مگر ان اکابرین وقت نے نہایت نازک صورت حال کا بروقت اندازہ لگایا اور برصغیر کے اطراف و اکناف میں مدارس دینیہ کا ایک جال پھیلا دیا۔ یہ مساعی کارگر ثابت ہوئیں۔ اور برصغیر کے طویل عہد غلامی و استبداد کے باوجود علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ جاری ہو گیا اور اسلامی

تہذیب و تمدن کا علمی اثاثہ علوم اسلامیہ کی شکل میں محفوظ و مصئون رہ گیا۔ ان علمی مراکز سے ہزاروں علماء اور رجال کار نکلے۔ جنہوں نے برصغیر میں اشاعت کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ آزادی وطن، جہاد حریت اصلاح معاشرہ اور تنظیم امت کے کاموں میں شاندار قائدانہ کردار ادا کیا۔ اور بالآخر ان مساعی سے جب ملک آزادی سے ہمکنار ہوا تو دینی اثاثہ ان مدارس کی بدولت محفوظ تھا۔ اور یہ سرزمین دینی لحاظ سے تاشقند و بخارا۔ اسپین اور چینی اور ترکستان جیسے المناک حالات سے دوچار نہ ہوئی۔

پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہمارے یہ دینی مدارس اور دارالعلوم اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں جو اس امانت الٰہی کی پرچار اور اسلامی صداقتوں کی اشاعت میں شب و روز مشغول ہیں اور انہی مدارس کے دم سے پاکستانی قوم کی دینی تشخص اور اسلامی حمیت قائم و دائم ہے۔ اور ان مدارس و جامعات کی سب سے جامع اور مؤثر تنظیم یہی آپ ہی کی تنظیم وفاق المدارس العربیہ ہے۔ جسے اس کے دوراندیش اصحاب بصیرت نے علم اور دین کی نشاۃ ثانیہ اور تعلیم و تربیت کے انقلابی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر قائم کیا۔ اس کے محرکات میں مدارس عربیہ کے احیاء و بقا اور ترقی کا ملاً ارتباط و تنظیم کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کی رہنمائی کے لئے ہر شعبہ حیات میں اعلیٰ ترین رجال کار اور جید علماء راسخین کی تیاری بھی تھا۔ جدید عصری تقاضوں کے مطابق تعلیمات اسلامیہ کی ترویج و اشاعت بھی مدنظر رہی۔ مروجہ نصاب تعلیم (درس نظامی) کو زیادہ سے زیادہ جامع اور مؤثر بنانا بھی ملحوظ تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان مدارس کو جو کارخانہ حیات انسانی کے رشد و ہدایت کے حقیقی سرچشمے ہیں۔ ان تمام تعلیمی۔ انتظامی۔ اخلاقی اور معاشرتی نقائص سے اجتماعی طور پر دور رکھنا بھی اہم ترین مطمح نظر تھا۔ ان تمام اہم مقاصد و عزائم پر ابتدائے قیام سے وفاق کے اکابر اور اجتماعات کے فیصلے، قراردادیں، ہدایات تحریری شکل میں مطبوعہ رپورٹوں کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تمام چیزوں کو نئے جوش و خروش اور پختہ ایمان و یقین کے ساتھ لے کر منزل مقصود کی طرف گامزن ہونا چاہئے اور اس اجتماع کا اصل مقصد اور حقیقی افادیت یہی ہے۔ کہ ہم وفاق کے اصل محرکات و مقاصد کی طرف متوجہ ہوں اور دولت اخلاص اور جوش عمل کا نیا ولولہ لے کر یہاں سے اٹھیں۔

اس مبارک موقعہ کو مناسب سمجھتے ہوئے ناچیز بھی چند معروضات پیش کرتا ہے۔ کہ سب حضرات اہل علم و فضل ہیں۔ اور یہ جرأت ایک لحاظ سے گستاخانہ بھی ہے کہ حکمت بلقمان آموختن والی بات ہے۔ محض برائے تذکرہ و تذکیر مودبانہ گذارشات ہیں جن سے دینی مدارس کے نظام و نصاب اور تعلیم و تربیت میں بہتری پیدا ہو سکے گی۔

دینی مدارس اور ان کے موجودہ وفاق کے دو بنیادی مقاصد ہیں۔ تعلیم دین اور دینی تربیت۔ ان دونوں

مقاصد کے حصول کے لئے مدرسوں میں اندرونی نظم و نسق کو بہتر بنانے کی بھی ضرورت ہے۔ اور مدارس کے درمیان باہمی تنظیم کی بھی۔ اس طرح مدارس اور وفاق اور عہدہ کے تین اہم شعبے ہو جاتے ہیں۔

۱۔ تعلیم ۲۔ تربیت ۳۔ نظم و نسق اور باہمی تنظیم۔

میں حضرات علمائے کرام، اراکین مجلس شوریٰ اور ذمہ داران مدارس دینیہ کے اس مبارک اور موقر اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان تینوں شعبوں کے متعلق چند ضروری گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ہماری شامت اعمال سے اس وقت یہ تینوں شعبے انحطاط کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے مدارس سے ہمارے اسلاف کے نمونے پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اور عامۃ المسلمین کا اعتماد ان مدارس سے اور یہاں سے فارغ ہونے والے علمائے کرام سے روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ مدارس کی طرف طلبہ کا رجوع بھی کم ہے کیونکہ جو لوگ سرکاری نظام تعلیم کے مصارف برداشت کر سکتے ہیں وہ اپنی اولاد کو ان مدارس میں بھیجنے سے اس لئے بھی گریز کرنے لگے ہیں کہ ان کو یہاں کے تعلیم و تربیت پر اعتماد نہیں۔ حتیٰ کہ اب تو بہت سے علماء کرام اور دینی مدارس کے مدرسین بھی اپنی اولاد کو دینی مدارس میں بھیجنے سے گریز کرنے لگے ہیں۔

اگر خدانخواستہ ہمارے مدارس میں تعلیم و تربیت کا انحطاط اسی طرح کچھ عرصہ اور جاری رہا تو ان مدارس کا بقا ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان مدارس دینیہ کو جو بیرونی خطرات لاحق ہیں۔ ان کے مقابلے میں یہ اندرونی خطرہ سب سے زیادہ شدید ہے۔ اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اندرونی خطرہ خود ہمارا پیدا کردہ ہے۔ اور اس کے علاج کی ذمہ داری بھی ہم پر ہی عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں تینوں شعبوں کی اصلاح کے لئے اپنی بھرپور توجہ مرکوز کر دینی چاہئے۔ جس کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں:

۱۔ تعلیم۔ ا۔ طلبہ کو بالکل ابتدائی تعلیم کے زمانہ ہی سے نوشت و خواند اور حساب کتاب سکھانے کا خاص اہتمام کیا جائے۔ بلکہ ہو سکے تو قرآن کریم ناظرہ کے دوران ہی اس کا آغاز کسی حد تک کر دیا جائے۔ حفظ کے طلبہ کا وقت لینا تو ممکن نہ ہو گا۔ لیکن ناظرہ کے طلبہ کا کچھ وقت اس کام کے لئے مخصوص کیا جا سکتا ہے اور درس نظامی کے درجۂ اعدادیہ و اولیٰ سے طلبہ کو باقاعدہ تحریر و کتابت کا عادی بنایا جائے۔ اور عربی و اردو میں انشاء کی مشق کرائی جائے۔

ب۔ اسباق کی تیاری کے لئے اساتذہ کرام اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گہرے اور وسیع مطالعے کا اہتمام فرمائیں۔ اور تحقیق مسائل میں وہ معیار واپس لانے کی کوشش فرمائیں جو ہمارے اسلاف کا شعار رہا ہے۔ اور ایسے تمام مشاغل کو زہر سمجھیں جو اس کام میں ادنیٰ خلل کا باعث ہو سکتے ہیں۔

ج۔ طلبہ کا مطالعہ اور تکرار کا پابند بنایا جائے۔ اور اس کی بطور خاص نگرانی کی جائے۔ اور دوسرے

مشاغل مثلاً اخبار بینی۔ جلسے جلوسوں لایعنی مجالس اور بازاروں میں گھومنے سے پورے اہتمام کے ساتھ ان کو روک کر ان کی تمام تر توجہ اپنی تعلیم و تربیت پر مرکوز کر دی جائے۔

د۔ درس حتی الامکان اردو میں ہونا چاہئے۔ تاکہ بعض طلبہ اردو نہ جاننے کے باعث دوسرے مدارس کے طلبہ سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ اور عالم دین بن کر قومی زبان کے ذریعہ دین کی مفید وسیع اور مؤثر خدمات انجام دے سکیں۔ اور سوشلزم۔ قادیانیت۔ انکار حدیث اور بدعت و الحاد جیسے فتنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ جو زبان کے راستے سے داخل ہو رہے ہیں۔

ھ۔ مدارس کے ماحول میں زیادہ سے زیادہ عربی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔ جمعرات کو طلبہ تقریر و خطابت کی مشق کرتے ہیں۔ اس مشق میں عربی تقریروں۔ عربی نظموں اور مشاعروں کا بھی اہتمام کیا جائے ادب عربی کے اسباق میں انشاء عربی کی مشق پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اور امتحانی نمبروں میں بھی ان کو ملحوظ رکھا جائے۔ مدارس میں تمام تختیاں اور بورڈ اردو کے ساتھ عربی زبان میں بھی ہونے چاہئیں۔ اور درس نظامی کے تمام درجات داخلہ کے فارم عربی زبان میں طبع کرائے جائیں اور مدارس کے اندر بول چال عربی زبان میں رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔

ان تدابیر پر بتدریج عمل کرنا مشکل نہیں۔ تھوڑے سے اہتمام اور کوشش سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ ہمارے بزرگان دیوبند نے اردو کے علاوہ عربی زبان میں بھی ایسی نادر روزگار تصانیف چھوڑی ہیں جن کو بلا شبہ گذشتہ صدی کا عظیم ترین علمی سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔ آج عرب کے علماء کرام ہمارے بزرگوں کے ان محققانہ و ادیبانہ کارناموں پر رشک کر رہے ہیں۔

و۔ بعض مدارس تعلیمی سال کے آغاز پر اسباق بہت تاخیر سے شروع کرتے ہیں اور بعض مدارس میں اختتام سال شعبان کی بجائے رجب ہی میں ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض مدارس میں تو نوبت جمادی الثانی تک آگئی ہے۔ ظاہر ہے کہ مدت تعلیم کم ہو جانے سے تعلیم کا سخت نقصان ہوتا ہے اور استعداد میں بہت ناقص رہ جاتی ہیں مدارس اہتمام فرمائیں۔ کہ اسباق ۱۵ شوال تک شروع ہو جائیں۔ اور رجب کے اواخر تک جاری رہیں۔

ز۔ مدارس، اساتذہ اور طلبہ کو عملی سیاست سے دور رکھا جائے۔ اور ان کی پوری توجہ تعلیم و تربیت پر مرکوز رکھنے کے لئے تمام ممکنہ وسائل و تدابیر اختیار کی جائیں۔

۲۔ تربیت۔ ا۔ تعلیم جتنی ضروری ہے اتنی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم اور ضروری چیز اخلاقی تربیت ہے۔ قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت میں تزکیہ کا ذکر تعلیم سے بھی مقدم کیا ہے وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ احقر کے نزدیک تربیت اخلاق کے لئے مندرجہ ذیل تین تدابیر

فوری طور پر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

الف۔ اساتذۂ کرام اپنے درس میں اور درس کے باہر بھی طلبہ کی اخلاقی تربیت کا فریضہ اپنے دیگر فرائض منصبی کی طرح انجام دیں اور اپنے قول و عمل سے ان کے سامنے اسلاف کا نمونہ پیش فرمائیں۔

ب۔ ہفتہ وار اور دیگر چھوٹی بڑی تعطیلات میں طلبہ کو ترغیب دی جائے کہ وہ کسی متبع سنت شیخ طریقت کی خدمت و صحبت میں کچھ وقت گذارا کریں۔

ج۔ اور جن کو اس کے مواقع میسر نہ ہوں۔ وہ اپنی تعطیلات کا کچھ وقت اور کچھ ایام تبلیغی جماعت میں لگائیں۔

۳۔ ایک چیز جو سب سے زیادہ اہم ہے یہ ہے کہ آج ہمارے ان مدارس کو طرح طرح کے فتنوں اور بے شمار الجھنوں کا سامنا ہے جن کے لئے ممکنہ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں لیکن یہ کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت کے حصول کا سب سے مؤثر ذریعہ تقویٰ اور اخلاص ہے۔ ﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً، ویرزقہ من حیث لا یحتسب﴾ اس آیت مبارکہ میں ہمارے مدارس کے بھی تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ لہٰذا اس وعدۂ خداوندی کے حصول کے لئے تمام مدارس کے منتظمین اور اساتذہ کرام کا فرض ہے۔ کہ وہ تقویٰ، اخلاص، زہد، توکل اور استغنا کو سب سے پہلے اپنا شعار بنائیں۔ اگر ہم نے یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کر لئے تو طلبہ ان اوصاف میں خود بخود ڈھل جائیں گے۔ ورنہ یہ اوصاف محض تقریروں اور مواعظ سے پیدا نہیں ہوسکتے۔

آج ہمارے مدارس میں جہاں اور بہت سے مفاسد پیدا ہو گئے ہیں۔ ایک مفسدہ یہ بھی نظر آنے لگا ہے کہ خلاف شرع امور مثلاً تصاویر، مخرب اخلاق لٹریچر، ناجائز لہو لعب اور وضع قطع سے اتنی احتیاط نہیں کی جاتی جتنی کہ شرعاً واجب ہے۔ اتباع سنت مسلک دیوبند کی سب سے بڑی اور بنیادی خصوصیت ہے۔ آج ہمارے مدارس میں اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ بے شمار سنتیں آج ہمارے ہی مدارس میں مردہ ہو چکی ہیں، اگر ہمیں مسلک دیوبند کو زندہ رکھنا ہے تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں زندہ کرنا ہوگا۔

اگر دینی مدرسوں میں بھی یہ کام نہ ہو سکا تو باہر کے معاشرے اور عامۃ المسلمین میں محض زور خطابت اور مناظروں کے بل بوتے پر کوئی سنت زندہ نہیں کی جاسکے گی۔ اگر ہم نے اتباع سنت میں اپنی اور طلبہ کی زندگیوں کو نہ ڈھالا تو تاریخ ہمارا یہ جرم کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اور مستقبل کا مورخ جب مسلک دیوبند کو نقصان پہنچانے والوں کا شمار کرے گا تو ہمارا نام بھی ان میں شامل کرنے پر مجبور ہوگا۔ ولا فعلہا اللہ۔

آج مسلک دیوبند پر جتنی شدید یلغار بیرونی حملوں کی ہے۔ اندرونی فتنوں کی یلغار اس سے کم نہیں اندرونی فتنہ سب سے بڑا یہی ہے کہ ہمارے مدارس میں اتباع سنت میں بہت ڈھیل اور سستی پیدا ہو گئی ہے

ہم اپنے اسلاف کی جفاکشی، سادگی، تواضع، خشیت، اخلاص، زہد و توکل اور استغنا کو بھولتے جا رہے ہیں حبِ جاہ اور حبِ مال کے فتنے ہماری کارکردگی پر ضربِ کاری لگا رہے ہیں۔ یہ ہمارا اندرونی فتنہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ اندرونی فتنہ بیرونی حملوں سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ بلکہ درحقیقت بیرونی حملوں کو بھی اندرونی فتنوں ہی سے شہ ملتی ہے۔ اس لئے اس خطرناک اندرونی فتنہ کا سدِباب ہماری سب سے پہلی اور سب سے اہم ضرورت ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

۳۔ نظم و نسق اور باہمی تنظیم ۔ ۱۔ مدرسوں کا نظم و نسق مثالی ہونا چاہئے۔ ہر کام میں شائستگی سلیقہ اور صفائی ستھرائی اگر ہوگی تو دینی تعلیم میں کشش پیدا ہوگی۔ اور ابنائے زمانہ کا رجوع ان مدارس کی طرف زیادہ ہوگا۔

۲۔ ہر مدرسہ میں ہر شعبہ عمل کے لئے قواعد و ضوابط مرتب اور ان پر عمل کرنا اس زمانے میں بہت اہم ہو گیا ہے۔ ہر مدرسہ اپنے حالات کے مطابق ضابطے خود مقرر کرے۔ پھر جو ضابطے مقرر ہو جائیں ان کی تعمیل ہر خورد و کلاں سے کرائی جائے۔ اور کسی سفارش یا منت سماجت کا ہرگز لحاظ نہ کیا جائے۔ ورنہ بے شمار فتنے پیدا ہوتے رہیں گے۔

۳۔ وفاق المدارس کو مفید مؤثر اور فعال بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اغراض و مقاصد (جو طبع شدہ ہیں) ان کی تکمیل کے لئے بھرپور کوشش کی جائے۔ وفاق بحیثیت وفاق کی جملہ کارروائیاں انہیں اغراض و مقاصد کی حدود میں رہنی چاہئیں۔ ان حدود سے باہر کے کام اگرچہ فی نفسہ کتنے ہی مفید ہوں۔ اگر ان میں وفاق کی توانائیاں اور وسائل خرچ کئے گئے تو ہماری توانائیاں بکھر کر رہ جائیں گی۔ اور کوئی کام بھی پائیدار نہیں ہو سکے گا۔

۴۔ وفاق المدارس کے دستور اور قواعد و ضوابط کی پابندی ملحقہ مدارس بھی پورے اہتمام سے فرمائیں۔ اور وفاق کے ارکانِ عاملہ، عہدیداران اور جملہ کارکنان بھی، اور ان ضوابط کی خلاف ورزی سے پورا اجتناب کیا جائے ورنہ وفاق کبھی مؤثر فعال اور قابلِ اعتماد حیثیت حاصل نہ کر سکے گا۔

ان چند گذارشات کے ساتھ میں اپنی معروضات ختم کر کے ایک بار پھر صمیم قلب کے ساتھ اپنے تمام عالی قدر اور عظیم المرتبت مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور قدوم میارکہ کو اپنے لئے اور پورے دارالعلوم اور اس کے خدام و متعلقین کے لئے دینی اور اخروی سرخروئی اور سعادتوں کا باعث سمجھتا ہوں۔ والحمد للہ اولاً و آخراً۔

پیش کنندہ: احقر سمیع الحق
خادم العلم بدار العلوم الحقانیہ
یکم جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ

عبدالحق عفی عنہ
(شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک)

دارالحدیث ہال سے درسِ حدیث

از افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

کارزارِ بدر

اور

حضور اقدسؐ کا تعلق مع اللہ

۲۷ر اکتوبر ۱۹۸۱ء کو دارالحدیث میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا درس بخاری شریف، جسے ٹیپ سے من وعن ضبط کیا گیا۔ اتفاق سے اس درس میں اعلیٰ سرکاری افسران کے ایک گروپ نے بھی شرکت کی جو دارالعلوم میں سہ روزہ تربیتی کورس کے لئے مقیم تھے۔ جسے احقر محمد ابراہیم فانی نے ٹیپ سے قلم بند کیا

ادارہ

حدثنی محمد بن عبد اللّٰہ بن حوشب قال حدثنا عبد الوہاب قال حدثنا خالد عن عکرمہ عن ابن عباسؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر اللّٰہم انشدك عہدك ووعدك اللّٰہم ان شئت لم تعبد فاخذ ابوبکر بیدہ فقال حسبك فخرج وھو یقول سیھزم الجمع ویولون الدبر۔

آج جس حدیث کو یا جس موقع پر ہم پہنچے ہیں۔ اس میں غزوہ بدر کا واقعہ ذکر کر رہے ہیں۔ غزوہ بدر سے متعلق میں نے کل بھی عرض کیا تھا کہ صحابہؓ نے حضور اقدسؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں۔ ہم دائیں اور بائیں جانب۔ آگے پیچھے چو طرفہ۔ اور اگر ہمیں آپ حکم دیں گے تو مسلمان ہونے کی بنا پر مسلمان کا یہ فرض ہے جب وہ کلمہ پڑھ لے۔ اس نے اپنا مال جان اولاد کنبہ اللہ کے ہاتھ جنّت کے بدلے بیچ دیا۔ یہ ہمارا فریضہ ہے۔ آپ برحق پیغمبر ہیں۔ اور ہم آپ کے اوپر ایمان لائے ہیں اور یہ ایمان لانا ایک وعدہ ہے کہ جان کی مال کی اولاد کی قربانی کریں گے۔ اور خداوند کریم نے یہ موقع عطا فرمایا ہے۔ ہمیں آج قربانی کا تو جو ارشاد ہو اللہ کا۔ اس پر ہم عمل کرنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔

وہ تین سو تیرہ آدمی جو تہی دست اور بے سروسامان تھے۔ بدر کا جو میدان ہے یعنی میدانِ جنگ کے موقعہ پر سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ کہ حضورؐ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان ٹیلوں پر جو ٹیلہ اونچا ہے اس کے اوپر آپ کے لئے چھپر بنا دیں۔ آپ اس ٹیلے پر تشریف فرما ہوں گے اور آپ کے لئے گویا قیام گاہ ہوگی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔

ایک اونچا ٹیلہ وہاں بدر میں جو تھا اس کے اوپر صحابہ کرامؓ نے ایک چھپر سا بنا دیا۔ کھجوروں کے پتوں اور ٹہنیوں سے اس چھپر کو بنایا۔ حضور اقدسؐ اس چھپر میں اوپر تشریف رکھتے تھے۔ اور نیچے میدانِ جنگ میں جو جہاد میں مشغول ہیں اور جو کچھ واقعات ہو رہے تھے وہ ان کو اس ٹیلے سے نظر آرہے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی فرمائی کہ فلاں یہاں پر رہے گا۔ فلاں وہاں۔ ابو بکر صدیقؓ یہاں رہے گا اور حضرت عمرؓ یہاں رہے گا۔ اور علی رضی اللہ عنہ یہاں رہے گا۔ سعد بن معاذ یہاں رہے گا۔ جیسا کہ ایک محاذ جنگ میں ہوتا ہے تو اس محاذ میں سب کو جگہیں مقرر فرمائیں۔

تو حضورؐ صف بندی بھی ٹھیک کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہاں عتبہ ہلاک ہوگا۔ یہاں شیبہ ہلاک ہوگا۔ یہاں جو ہے ولید بن عقبہ وہ ہلاک ہوگا۔ یہاں ابوجہل ہلاک ہوگا۔ یہاں فلانا ہلاک ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں انگلی رکھی تھی کہ یہاں ابوجہل ہلاک ہوگا۔ یہاں عتبہ مثلاً ہلاک ہوگا۔ واللہ اس سے ذرہ برابر ایک انچ بھی خلاف نہیں ہوا۔ اور وہ وہیں قتل ہوا۔ لڑائی کل کو ہو رہی ہے اور آج حضور اقدسؐ نے ان کو یہ بتا دیا، خوشخبری سنا دی۔ کہ دشمن کے جو سردار ہیں وہ یہاں یہاں قتل ہوں گے۔ لیکن وہ جیسے کہتے ہیں۔ مریض کے لئے دوائی بھی ہونی چاہئے۔ اور دعا بھی۔ ہم دوا و ہم دعا۔ تو حضور تو خود کمان فرما رہے ہیں۔ سب کی نگرانی جہاں سے ہوسکتی ہو مثلاً اکوڑہ سے لے کر سٹیشن تک شیدو تک محاذ جنگ ہے۔ تو وہ حضورؐ کے سامنے ہے اور معائنہ فرما رہے ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ دشمن نفری میں ایک ہزار تھے اور مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ دشمن مسلح ہے۔ تام السلاح۔ سر سے لے کر پاؤں تک ہر ایک کافر مسلح۔ زرہ ان کے پاس ہے۔ تلواریں ان کے پاس ہیں۔ نیزے ان کے پاس ہیں۔ کمان ان کے پاس ہیں۔ تیر ان کے پاس ہیں۔ اس زمانے کا جو جنگی ہتھیار تھا وہ سب کا سب موجود ہے۔ اور ابوجہل ان کا کمان کر رہا تھا۔

حضور اقدسؐ نے دیکھا کہ میرے ساتھی جو ہیں تین سو تیرہ میں صرف آٹھ آدمیوں کے پاس تلوار ہے۔ سات آدمیوں کے پاس کمان ہیں۔ دو آدمیوں کے پاس گھوڑے ہیں۔ بس۔ اور وہاں سب کے پاس سامانِ جنگ اور گھوڑے مسلح موجود ہیں۔ تو اب ظاہر بات ہے کہ ایسے وقت میں پریشان ہو جانا یہ طبعی امر ہے تو اب

ساتھیوں کے متعلق کہ میرے ساتھی یا اللہ تہی دست ہیں اور ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ مغلوب نہ ہو جائیں۔ تو حضور اقدسؐ نے صف بندی فرمائی۔ مورچہ بندی جس کو کہتے ہیں۔ کمانڈرہیں جس جس جگہ پر ڈیوٹی لگانی تھی لگادی کہ مثلاً تم اس پُل کے پاس رہوگے۔ تم اس سرحد کے پاس رہوگے تم اس دروازے کے پاس رہوگے۔ ہر ایک کے لئے جگہ اور آدمی متعین کردئے۔ اور ہیں تہی دست۔ حضور اقدسؐ چھپر جو ٹیلے پر تھا خیمہ وہ خیمہ کی شکل تھا لیکن خیمہ اس لئے نہیں کہتے کہ کپڑے کا نہیں تھا بلکہ کھجور کی ٹہنیوں کا تھا۔ تو عریش اس کو عربی میں کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود عریش میں تشریف لے گئے۔ اوپر ٹیلے پر جو چھپر بنا ہوا تھا۔ اور ابوبکر صدیقؓ وہ بھی ساتھ ہیں رفیق ہیں۔ جیساکہ بادشاہ کے احکامات کمانڈر انچیف فوج کو پہنچاتے ہیں۔ کہ فلاں مورچے پر یہ کرو فلاں کو اتنے جہاز بھیجو۔ اتنے بم لے جاؤ۔ تو وہاں پر نبی کریمؐ کے احکامات کو ابوبکر صدیق پہنچاتے رہے کہ فلاں نے یہ کرنا ہے فلانے نے وہاں یہ کرنا ہے تو کمانڈر انچیف کے حیثیت سے ہیں گویا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس چھپر کے دروازے کے اوپر تلوار ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔ نبی کریمؐ تشریف لے گئے چھپر میں۔ تو دو رکعت نفل کے پڑھے۔ تو جنگ میں دوا بھی ہونی چاہئے اور دعا بھی ہونی چاہئے۔ دوا تو یہ کہ ظاہری اسباب میں جتنی قدرت اور طاقت تھی۔ وہ تین سو تیرہ آدمی۔ ان کو مورچوں پر کھڑا کر دیا۔ یہ ایک علاج ہے دوا ہے۔ لڑائی کے لئے۔ باقی فتح و شکست خدا کے ہاتھ میں ہے۔ تو خدا سے فتح مانگنی چاہئے۔ چاہے ہمارے پاس لاکھوں ٹینک کیوں نہ ہوں۔ ہزاروں ہوائی جہاز کیوں نہ ہوں۔ لاکھوں بم کیوں نہ ہوں۔ یہ سب کچھ ظاہری اسباب ہیں۔ ان کو جمع کرنا چاہئے۔ خدا کا حکم ہے:

واعدّوا لھم ما استطعتم من قوۃٍ ومن رباط الخیل۔ خداوند کریم فرماتے ہیں کہ جتنی تمہاری طاقت ہو سکے اتنا سامانِ جنگ تم جمع کرو۔ دیکھئے نماز اہم چیز ہے لیکن دن میں پانچ وقت۔ حج مثلاً ایک اہم رکن ہے لیکن عمر بھر میں ایک دفعہ۔ روزہ سال بھر میں سے ایک مہینہ رکھنا ہے۔

اور زکوٰۃ بڑی بھلائی کی چیز ہے اور خدا کا حکم ہے۔ لیکن سال بھر میں ایک دفعہ دینا ہوگا۔ لیکن اسلام کے اس دشمن کے لئے۔ کافروں کے لئے سامانِ جنگ کتنا کرنا ہے؟ تو یہ نہیں فرمایا کہ ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک ہزار یا ایک لاکھ بلکہ خدا کا حکم ہے کہ تم تیاری کرو ما استطعتم جتنی بھی تمہاری طاقت ہے۔ اس طاقت کے مطابق تم تیاری کرو۔ دیکھئے یہ نہیں کہا کہ ایک ہزار ہوں دو ہزار ہوں دس ہزار ہوں بیس ہزار ہوں۔ نہیں جتنا بھی تم سامانِ جہاد جمع کر سکتے ہو کرلو۔ وہاں پر تو بالفعل تین سو تیرہ آدمی تھے۔ تو ان تین سو تیرہ کے لئے مورچہ بندی فرمائی میدان جنگ میں۔ لیکن اصل فتح جو ہے وما النصر الّا من عند اللہ العلی الحکیم۔ اتنا موقع نہیں ہے کہ آپ کے سامنے تفصیل عرض کروں۔ ملائک آئے جنگ بدر میں ایک ہزار پھر تین ہزار آئے

پھر پانچ ہزار۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فرشتے جو تمہارے امداد کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ تم ان پر بھی بھروسہ مت کرنا۔ بلکہ خدا پہ بھروسہ کرنا۔ ایک فرشتے کی طاقت اتنی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ایک نعرہ لگایا ایک چیخ ماری تو قوم عاد کے لوگ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ اور ایک آواز میں اتنا اثر ہے۔ اور انگلیوں کے سرے پر سدوم کا جو علاقہ ہے جس میں چھ لاکھ کی آبادی تھی جبرائیل علیہ السلام نے انگلیوں سے اٹھایا اور آسمان تک لے گئے۔ وہ مکانات آباد اٹھائیں اور پھر وہاں سے الٹا کر کے پٹخ دیا ساری قوم لوط تباہ ہوئی۔ تو فرشتوں کی طاقت کتنی بڑی ہے ؟ وہ تو اللہ کو معلوم ہے۔ بہت بڑی ہے۔ ایک عزرائیل علیہ السلام سب کے روح قبض کرتا ہے یا نہیں ؟ لیکن ان فرشتوں کو اللہ نے مدد کے لئے بھیج کر بھی صحابہؓ کو یہ سبق سکھلا دیا کہ دیکھو کہ فرشتے جو تمہاری پشت پر ہیں امداد کے لئے یہ لڑیں گے نہیں لڑو گے تم۔ جیسا کہ ہمارے ہاں فرض کیجئے ایک پولیس والا ایک گاؤں کو جاتا ہے تو اس کی طاقت ظاہر بات ہے ایک آدمی کی ہے لیکن وہ جا کر محلے کے سب لوگوں کو ہتھکڑیاں پہنا کر لاتوں سے مارتا ہے اور اسے لے جاتے ہیں۔

کیوں ؟ اس میں اتنی طاقت کہاں سے آئی ؟ اس لئے کہ اس کی پشت پر حکومت ہے۔ تو عوام بھی جانتے ہیں کہ یہ ایک سپاہی یا ایک افسر ہے۔ اس کو ہم مار بھی سکتے ہیں۔ قید کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ سب کی پٹائی کر رہا ہے اس وجہ سے کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ ایک سپاہی ہے لیکن اس کے پشت پر حکومت پاکستان ہے۔ اگر ہم اس کو ماریں گے۔ بے ادبی کریں گے۔ قتل کریں گے۔ تو سارے حکومت کی فوجی طاقت بم۔ ہوائی جہاز اور فوج ہماری خلاف استعمال میں آئے گی۔ اس لئے تمام عوام سر نیچے کئے ہوئے ہیں۔ کہ ٹھیک ہے۔ اسی طریقے سے بدر میں فرشتے جو آئے وہ لڑتے نہیں۔ اس لئے کہ لڑنا تو اللہ کو یہ منظور تھا کہ یہ کافر مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوں۔ یہ اللہ کا حکم تھا۔ اگر وہ فرشتوں سے کام لیتا تو یہ ہمیشہ عزرائیل علیہ السلام ارواح کو قبض کر لیتا ہے۔ تو کافر بھی کہتے۔ کہ یہ تمہاری کیا بہادری ہے۔ یہ تو فرشتوں نے ہمیں قتل کر دیا۔

تو فرشتوں کو پسِ پشت رکھا۔ کس لئے ؟ کہ سختی کے موقعہ پر تم امداد ان کی کرو گے۔ ورنہ اتنا کافی ہے کہ موجود رہیں تو جرأت اور دلاوری ان کے دلوں میں پیدا ہو گی۔ خداوند کریم کی فوج فرشتے ہمارے پشت پر موجود ہیں۔ لیکن میں آپ سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ خداوند کریم نے ایسے موقع پر بھی یہ فرمایا کہ دیکھو یہ سامانِ جنگ جو ہے چونکہ یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ ہر چیز کے لئے اسباب ظاہر یہ بھی اللہ نے فرمائے۔ تم اسباب ظاہر کو حاصل کرو جمع کرو۔ لیکن اعتماد مسبب الاسباب پر کرو۔ اعتماد اللہ پر کرو۔ یہاں بھی سبب بتا دیا۔ کہ کثرت کے اوپر یا قلت کے اوپر یا کمی سامان یہ چیزیں جو ہیں ان کو چھوڑیئے۔ اور وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ امداد خدا کی طرف سے ہے جو غالب ہے اور حکمت کا مالک ہے۔ کونسے موقعہ پر کس کو غلبہ دینی چاہئے۔

اس پہ وہ حکیم جانتا ہے۔ تو جہاں میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ ایک ظاہری نظام ہے میدانِ جنگ کا۔ تو ظاہری نظام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو مکمل کر لیا۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اگر ہمارے اوپر موقعہ جہاد آ جائے تو ظاہری نظام کو بھی جمع کرنا چاہیئے۔ اسباب اور اسلحہ کو جمع کرنا چاہیئے۔ لیکن بھروسہ اور اعتماد اس پر نہ کریں کہ ہمارے پاس بڑے توپیں ہیں۔ بہت سے ہوائی جہاز ہیں۔ بہت سا فوج ہے تو ہم غالب ہوں گے یہ کوئی ضروری تو نہیں۔ غلبہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے اوپر بھروسہ رکھو۔ حضورؐ نے توحید کا سبق دے دیا۔ کہ ایسے وقت میں تمہیں اللہ پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنا پر فوج کے لئے مورچے بھی تیار کئے۔ اور پھر اس کے بعد خیمے میں تشریف لے گئے۔ اس چھپر میں۔ اور نماز دو رکعت نفل کی نیت سے شروع کی۔ تو ان دو رکعتوں میں کافی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گزارا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ٹیلے کے پیچھے لڑ رہا تھا دشمن کے ساتھ۔ میں نے دس پندرہ منٹ لڑائی میں جو گزارے تو وہ تو عاشق ہیں تو دل میں آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لوں۔ تو میں جلدی سے آیا خیمے کی طرف۔ دیکھتا ہوں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں پڑے ہیں اور یہ فرماتے ہیں یا حیُّ یا قیوم۔ یا حیُّ یا قیوم۔ یا حیُّ یا قیوم اغثنا۔ اے اللہ۔ اے زندہ اللہ۔ اے منتظم۔ اے انتظام کرنے والے اللہ۔ تو ہماری امداد فرما۔ یا حی یا قیوم اس کا ورد فرماتے رہے سجدے میں۔

فرماتے ہیں پھر میں گیا میدان جنگ۔ وہاں لڑائی کرتا رہا۔ پھر واپس جب آیا۔ دیکھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی سجدے میں پڑے ہیں اور فرماتے ہیں یا حی یا قیوم۔ پھر تیسرے دفعہ آیا تو تیسرے دفعہ آ کر دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما رہے ہیں اور دعا بھی ایسی کہ کبھی اپنے سر مبارک کو سجدے میں زمین پر رکھا۔ اور کبھی ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور دعا کر رہے ہیں۔ اس دعا کے کلمات نہایت تضرع اور عاجزی کے ہیں۔ اس کو آپ سن لیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ دو رکعت نماز کے بعد نبی کریمؐ نے میدانِ بدر میں اس ٹیلے کے اوپر چھپر میں جو دعا فرمائی کہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم انشدك عھدك ووعدك۔ اے اللہ میں آپ کی عہد اور آپ کے اس وعدہ کی ایفا کی درخواست کرتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ کے درگاہ میں درخواست کرتا ہوں۔ کس چیز کی؟ اس چیز کی کہ آپ اپنے وعدے اور اپنے عہد مبارک کو ہمارے حق میں پورا فرما دیں۔

دیکھئے نا۔ اللہ کی شان جلال اور عظمت انتہائی درجے کی عظمت کے مالک ہیں رب العزت، انتہائی جلال کے مالک ہیں۔ ٹھیک ہے؟ ہم سب لوگ مجبور ہیں۔ اور ہمارے اوپر جابر اللہ جل جلالہ ہیں لیکن خداوند تع

کسی سے مجبور نہیں اور نہ وہاں کوئی طاقت ہے کہ وہ اس پر جبر کر سکے اور نہ کسی کی طاقت ہے کہ وہ خدا سے پوچھے۔ کہ یا اللہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْن۔ خدا جو کام کرتا ہے اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا کہ یہ کیوں کیا۔ یہ تو حکومت کا کام ہے اور اللہ حاکم ہے۔ وہم یسئلون۔ ہم ان سے سوال کرتے ہیں۔ ان اللہ ہو الغنی الحمید۔ اللہ بے نیاز بادشاہ ہے اور صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے تو اللہ غنی ہے۔ اب یہاں پر جو وعدہ مختلف آیتوں میں مثلاً وَسَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا کلمہ یعنی حکم ہم نے پہلے سے مقرر کر دیا ازل میں اپنے بندوں کے جو پیغمبر ہیں۔ ان کے حق میں کہ ہماری طرف سے ان کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ انّ جندنا لہم الغالبون اور فرمایا انہم لہم المنصورون۔ یہ جماعت جو پیغمبروں کی ہے یہ غالب ہوں گے۔ ان کی امت غالب ہو گی۔ مسلمان غالب ہوں گے۔ اور یہ بھی ہے کہ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھہم واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون اور اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ڈرو مت یہ کافر دنیا بھر کے کافر جو ہیں چاہے وہ روس ہو۔ چاہے وہ مغربی یورپ ہو۔ چاہے مشرق میں ہندوستان اور ہندوؤں کے ساتھ کروڑ افراد ہوں۔ چاہے کوئی بھی کافر ہو یہ لوگ چاہتے ہیں کہ پھونکوں سے وہ اسلام کے نور کو بجھا دیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ پھونکوں سے اس نور کو بجھا دیں ان کے یہ بم یہ اسلحہ اور یہ فوج اس کے بارہ میں خداوند کریم فرماتے ہیں۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھہم یہ تو پھونک ہے ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

اللہ اپنے نور کو پورا کرے گا۔ اللہ دنیا بھر میں اسلام کو پھیلائے گا۔ اسلام کو پہنچائے گا۔ دین کی اتمام اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون کافر چاہے ناخوش ہوں۔ چین والے خوش ہوں یا ناخوش ہوں۔ روس خوش ہو یا ناخوش ہو۔ امریکہ خوش ہو یا ناخوش ہو۔ لیکن اللہ فرماتے ہیں میں اپنے بندوں کی امداد کروں گا۔ اور یہ دین دنیا کے کونے کونے تک پہنچاؤں گا۔ وعدہ ہے۔ اسی طریقے سے وعدہ ہوا واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین اللہ نے وعدہ فرمایا کہ دو طائفوں میں تمہیں ایک طائفہ ملے گا یا ابوسفیان جو تجارتی قافلے کے ساتھ تھا۔ یا ابوجہل جو ایک ہزار فوجیوں کی کمان کر رہا تھا۔ ان دو طائفوں میں ایک طائفہ تمہیں ہم ضرور دیں گے۔ لیکن یہ یقین یہاں پر۔ دیکھئے نا۔ اول تو یہ دیکھئے کہ کوئی مکان۔ یا زمان کی تعیین اس آیت میں نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ میں افسر بھی ہیں جو ماہر ہیں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ کا ملازم یا ماتحت جو ہے کیا وہ ڈی سی سے کہہ سکتا ہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا؟ یہ پوچھ سکتا ہے۔ کبھی نہیں پوچھ سکتا۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ کبھی ان کا افسر بالا ہو وہ پوچھے۔ یہاں سوال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے امداد کے متعلق وعدہ فرمایا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ مقام ربوبیت جو اللہ کی شان ہے۔ شہنشاہ اور مالک الملک اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ان سے کوئی یہ تو پوچھ نہیں سکتا کہ یا اللہ تو نے ہمیں کیوں یہ شکست دے دی۔ کیا کوئی ان سے پوچھ سکتا ہے؟ پھر اللہ کی شان بے نیازی کی شان ہے۔ ان اللہ ھو الغنی الحمید اللہ بڑا بے نیاز ہے۔ اللہ کی حکومت کی جلال اور ہیبت اتنی ہے۔ دنیا کی حکومت کی افرادِ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

حقیقت یہ ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ جل مجدہ کے عبد کامل ہیں۔ تو ان کو خدا کی شان معلوم ہے۔ کہ خدا کی شان کتنی بڑی اونچی ہے۔ اس لئے وہاں پر ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اعتراض کریں۔ یہ پوچھیں خدا سے کہ یہاں یہ مسلمان کیوں شہید ہو گئے۔ اور یہ کام کیوں ہوا۔ یہ کوئی پوچھ سکتا ہے نہیں پوچھ سکتا۔ تو مقام ربوبیت اور اس کی جلال اور ہیبت عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے سامنے انتہائی تضرع اور عاجزی اختیار کی جائے۔ دیکھئے نا۔ یہاں پر اتنی بات بھی سمجھ لیجئے۔ اگر کسی بادشاہ یا وزیراعظم جو ملک کا ہو جس کے ہاتھ میں خزانہ بھی ہے فوج بھی ہے اور اسلحہ بھی ہے اور وہ ایک منٹ میں اگر حکم دے دیں کہ اس بستی پر بم باری کرو۔ تو سب کو ختم کر دیں۔ کر سکتے ہیں۔ ایسے بادشاہ کے سامنے ایک وزیراعظم جب آتا ہے تو اس کے سامنے کیکپی طاری ہو جاتی ہے۔ وہ کرسی سے دس گز دور کھڑا رہتا ہے۔ اور جی حضور اور لبیک سے وہ بات بھی اگر کرتا ہے تو کپکپاتا ہوا اور لرزتا ہوا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وزیر کو یا اس کمانڈر انچیف کو اگرچہ اس کے قبضے میں فوج ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں جس ذات کے سامنے کھڑا ہوں اس کی کتنی طاقت ہے۔ اس کے قبضہ میں کتنی چیزیں ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ اگر میرے متعلق اب حکم دے دے گا اس کو قتل کر دو۔ تو مجھے قتل کر دیں گے۔ اگر میرے متعلق یہ حکم کر دیں کہ جاؤ تم معزول ہو۔ تو معزول ہو جاؤں گا۔ اس کے سامنے جو کھڑا ہے تو اس کی عظمت و ہیبت اس کے دل میں ہو گی۔ تو یہاں خوف اور ہیبت ہو گی۔ تو وہاں سے کلمات بھی عاجزی کے تضرع کے ادب کے ظاہر ہوں گے۔ اور نہایت انکساری سے بات کرے گا۔ یا خاموش رہے گا۔ کیوں؟ اس کو علم ہے طاقت کا۔ اور فرض کیجئے۔ ایک چھوٹے بچے کو آپ لائیں۔ بادشاہ کے گود میں آپ اس کو بٹھا دیں تو وہ بچہ کیا جانتا ہے کہ یہ بادشاہ ہے ملک کا اور اس کے ہاتھ میں فوجی طاقت ہے اور سامان ہے اور وہ مجھے اور تمام خاندان کو قتل کر سکتا ہے۔ بچہ اس چیز کو نہیں سمجھتا۔ اسے اس کے گود میں آپ بٹھائیں تو بچہ بادشاہ کی داڑھی کو نوچے گا۔ نوچتا ہے یا نہیں۔ وہ پیشاب کرے گا جھولی میں۔ اور وہ تھپڑ مارتا ہے بادشاہ کے چہرے پر۔ چھوٹا بچہ ہے۔ دو ڈھائی سال کا۔ اس کو یہ خیال نہیں ہے اور نہ یہ سمجھ ہے کہ میں کس کی جھولی میں ہوں اور یہ ہے کون؟ اور اس کی طاقت کتنی ہے تو وہ عظمت اور ہیبت اس کی دل میں نہیں آتی۔ اس لئے کہ اس کو علم نہیں ہے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ تو جس کا علم زیادہ ہو گا وہ اللہ سے زیادہ ڈرے گا ـــــ تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ کی اوپر سب سے زیادہ ہے۔ توجب سب سے زیادہ ہے تو سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں کہ یا اللہ یہ جماعت جو ہے کہ اگر ان شئت لم تعبد انتہائی تضرع کی دعا ہے۔ یا اللہ اگر یہ میرے ساتھی مسلمان صحابہ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جہاد میں ہیں۔ اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں ہوگی آئندہ کے لئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جتنے لوگ ہیں اگر یہ شہید ہو جائیں تو ظاہر بات ہے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ بدر بین کے بارے، میں فرماتے ہیں۔ اگر یہ لوگ شہید ہوگئے تو پھر قیامت تک تیری عبادت روئے زمین پہ کوئی بھی نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ یہ امت آخری امت ہے۔ اور یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور آخری امت اور آخری نبی اگر میدان بدر میں شہید ہو جائے تو پھر آئندہ لوگوں کو کلمہ سکھانے والا۔ احکام دین سکھانے والا کوئی ہوگا احکام دین سکھانے والا تو پیغمبر ہوتا ہے۔ جن کے پاس وحی آتی ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کوئی پیغمبر آنے والا نہیں۔ توجب پیغمبر نہیں ہوگا۔ اور امت یہی ہے کہ جتنے شہید ہوگئے تو پھر آئندہ کے لیے قیامت تک اللہ کی عبادت کون کرے گا۔ کوئی بھی نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ پیغمبر شہید ہوگئے۔ تو مسلمان ختم ہوگئے۔ اور دوسرا پیغمبر قیامت تک آنے والا نہیں۔

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین توجب پیغمبر نہیں ہوگا تو امت کہاں سے آئے گی۔ پھر دین کی عبادت اور سبق یہ کون سکھائے گا۔ کوئی بھی نہیں۔ یا اللہ یہ کتنی عاجزی کی دعا ہے۔ یا اللہ اگر تو اس میری ٹولے کو میری جماعت کو اس میدان بدر میں شہید کر دے تو تیری عبادت قیامت تک پھر نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ یہی تو مسلمان ہیں۔ یہ ختم ہوگئے اور نبی کریم میں ان میں شریک ہیں وہ بھی شہید ہوگئے تو پھر دین سکھانے والا کون ہوگا۔ دین کس کے پاس آئے گا۔ کوئی بھی نہیں ہوگا۔ تمام دنیا روئے زمین کافر ہو جائے گی۔ اور کوئی بھی اللہ کا عابد نہیں رہے گا۔ یا اللہ تیری عبادت زمین کی اوپر جاری رہے یہ تمنا ہے۔ اور ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ میری ساتھیوں کو محفوظ رکھ تاکہ تیری عبادت ہوتی رہی۔

دیکھئے یہاں پہ ایک بات اور بھی عجیب ہے۔ یہ نہیں کہا۔ کہ یا اللہ میرے ساتھی زندہ رہیں تاکہ زمین کو آباد کریں۔ تاکہ یہ قلعوں کو آباد کریں۔ تاکہ یہ اپنے شہروں کو آباد کریں۔ یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں عبادت کے لئے۔ تو ہمیں چاہئے کہ ہم بھی دعا کرتے ہیں تو عبادت کے لئے مگر یا اللہ ہم آپ کی عبادت کریں اس کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ مرض سے چھٹکارا مل جائے۔ غریبی سے چھٹکارا مل جائے۔ تاکہ تیری عبادت کریں۔ نکتہ سمجھ میں آگیا۔

یہاں پر ایک شبہ آپ کر سکتے ہیں۔ وقت تو ہے نہیں۔ تو یہ شبہ ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر یہ مسلمان جو بدر میں ہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان میں شامل ہے اگر یہ شہید ہو گئے تو پھر تیری عبادت نہیں ہوگی۔ تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنات تو ہیں۔ تو یہ عبادت کریں گے۔ اگر بنی آدم مسلمان انسان ختم ہو گئے تو جنات تو موجود ہیں وہ عبادت کریں گے۔

ان شئت لم تعبد کیسا ہوا۔ تو اس کا جواب ظاہر بات ہے کہ دیکھو یہ جنات جو ہیں نا۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ ان میں بڑا فرق مسلمانوں کا بھی موجود ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون لیکن جنات میں پیغمبر نہیں ہے۔ جنوں میں اللہ نے پیغمبر نہیں بھیجا۔ اور تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراہ اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید کو اپنے بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا تا کہ تو تمام عالم کے لئے ڈرانے والا بن جائے۔ تو للعالمین۔ عالم کہتے ہیں ماسوا اللہ کو۔ تو جن بھی عالم ہے۔ تو جن کا نذیر و بشیر کون ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا نخواستہ میدان بدر میں شہید ہو گئے تو جن کو سبق کون سکھائے گا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارے اس سبق میں کتنے جنات طالب علم شریک ہیں۔

حقیقت یہ ہے جنات مساجد میں بھی اور اسباق میں بھی اور جو مسلمان ٹولہ ہے ان کا۔ وہ دین کی اشاعت کرتے ہیں اور ان میں مسلمان ہیں۔ لیکن یہ سبق جو انہوں نے سیکھا ہے کس سے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے اور پھر صحابہ سے تو اگر صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں شہید ہو جاتے۔ ختم ہو جاتے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ جنات میں بھی کوئی مسلمان نہ ملتا۔ کیونکہ جنات کو ہدایت کرنے والا تبلیغ کرنے والا کون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انسان پیغمبر۔ اور انسانوں میں تو کوئی رہا نہیں ہادی رہنما۔

ایک سوال اور ہے وہ یہ کہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اگر شہید ہو جاتے تو اس وقت میں آپ کہتے ہیں کہ کوئی عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ تو ملائکہ تو ہیں۔ اور یہ انشاء اللہ حدیثوں میں پڑھ لیں گے۔ کہ یہ تمام آسمان کتنے ہیں اور زمین پر بھی چار انگلی کے برابر جگہ کوئی خالی نہیں ہے کہ جہاں فرشتہ نہ ہو۔ کوئی قیام میں ہے۔ کوئی رکوع میں۔ کوئی سجدے میں۔ اور زمین کے اوپر بھی ملائکہ موجود ہیں۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں طالب علمانہ سوال ہے۔ اب بھی حدیثوں میں ہیں کہ فرشتے جو سجدوں میں ہیں وہ ہمیشہ سجدوں میں پڑے رہیں گے۔ جو رکوع پر ہیں وہ رکوع پر جو قیام پر ہیں یا جو ڈیوٹی ان کی سپرد ہے اس ڈیوٹی پر وہ عامل ہیں اور خداوند کریم فرماتے ہیں کہ فرشتے یفعلون ما یؤمرون وہ جو حکم ان کو ملتا ہے وہی کرتے ہیں۔ لا یعصون اللہ ما امرھم خدا کے حکم کے خلاف بالکل نہیں کرتے۔ ہم انسان تو مخالفت کرتے ہیں نا۔ کبھی نماز نہیں پڑھتے۔ کبھی اور بے دینی کر لیتے ہیں۔ لیکن فرشتے قطعاً مخالفت نہیں کرتے۔ وہ جو حکم ان کو ملتا ہے وہی

حکم بجالاتے ہیں۔ تو وہ عبادت کریں گے۔ سوال سمجھ گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھو ایک ہوتا ہے طبعی کام۔ طبیعت کا تقاضا ہوتا ہے۔ اور ایک ہوتا ہے وہ امر جو غیر طبعی ہو۔ غیر طبعی کا معنی یہ ہے۔ کہ طبیعت نہیں چاہتی ایک کام کو اور آپ اپنے نفس سے وہ کام کرنا چاہتے ہیں اس کو کہتے ہیں غیر طبعی۔ تو دیکھئے نا۔ فرشتے جو ہیں۔ اس کو یہ مطیع ہیں اور فرماں بردار ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں اور ذرہ برابر نافرمانی ابتداء سے لے کر آخر تک کسی وقت میں وہ ذرہ نافرمانی نہیں کرتے۔ لیکن ان کے اطاعت یہ طبعی ہے ان کی طبیعت ہے۔ ہمارے ساتھ نفس لگا ہوا ہے۔ ہمارے ساتھ خواہشات نفسانی موجود ہیں۔ ہمارے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے۔ ہماری طبیعت جو ہے وہ آزادی چاہتی ہے۔ فرشتوں کے ساتھ نفس نہیں۔ شیطان ان کے ساتھ نہیں۔ طبعی خواہشات ان کے کچھ نہیں۔ وہ ایسا ہے جیسا کہ فرض کیجئے ہم سب بیٹھے ہیں۔ ہم سانس لیتے ہیں۔ بغیر سانس کے تو زندگی محال ہے۔ دن بھر رات بھر سانس لیتے ہیں۔ تو یہ عبادت ہے۔ اس پر آپ کو کتنا ثواب ملے گا۔ ہاں جی۔ آپ کہیں گے کہ ذرہ برابر ثواب بھی نہیں ملے گا۔ سانس جو میں لے رہا ہوں۔ جس پر میری زندگی کا مدار ہے تو ہوا جو ہے وہ سانس رات دن سوئے بھی سانس۔ لحاف اوڑھے ہوئے بھی سانس لیتے ہیں۔ طبیعت کا تقاضا ہے یا کوئی اور؟ کسی نے حکم دیا ہے کہ تم سانس لو۔ بلکہ طبیعت ہے۔ یہ طبعی امر ہے۔

یہ پانی جو ہے یہ آگ کو بجھاتا ہے۔ یہ طبعی امر ہے۔ یہ طبیعت کا تقاضا ہے۔ تو طبعی امر انسان جو کرتا ہو۔ فرض کیجئے اوپر سے ایک آدمی گر رہا ہے وہ نہیں چاہتا کہ میں مر جاؤں۔ لیکن زمین تک آنے گا وہ مر جائے گا یہ حرکت اس کی طبعی ہے یا اختیاری؟

طبعی حرکت ہے چونکہ بوجھل اور ثقیل چیز جو ہے وہ اوپر سے نیچے آتی ہے تو طبعی امور کو عبادت نہیں کہا جاتا۔ سانس لینے میں ہمیں کوئی عبادت نہیں۔ بھوک اگر لگی اور ہم نے کھا لیا۔ فرض کیجئے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ نیت اچھی کر دو۔ کہ یہ رزق اس لئے کھاتا ہوں کہ میں اللہ کی عبادت کروں۔ اس نیت کی وجہ سے آپ کو ثواب ملے گا۔ ورنہ یہ تمام کافر کھانا کھاتے ہیں۔ تو یہ طبعی تقاضا ہے۔ یہ پانی بھی پیتے ہیں تمام کافر روئے زمین پر۔ یہ طبعی تقاضا ہے۔ وہ کوئی حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ پیاس انہیں لگی ہے۔ بھوک انہیں لگی ہے۔ یہ طبعی امور ہیں تو اسی طریقے سے سمجھئے کہ مکلف اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ جس کو خلاف طبع ایک امر بنایا جائے۔ ہماری طبیعت چاہتی ہے کہ ہم لیٹ جائیں۔ سبق نہ پڑھیں۔ ہماری طبیعت یہ چاہتی ہے کہ ہم نماز نہ پڑھیں آرام سے پڑے رہیں۔ اب طبیعت تو یہ چاہتی ہے لیکن خدا کا حکم ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ اٹھو نماز پڑھ لو۔ اٹھو تم سبق پڑھ لو۔ یہ عبادت ہو گیا۔ مکلف ہو گیا۔ اس کا نام تکلیف ہے۔ ہم مکلف ہیں انسان کی طبیعت، انسان کی خواہش انسان کا تقاضا الگ۔ اور خدا کا حکم جو ملے اس حکم کو بجا لانے سے وہ

عبادت ہوا۔ اس کو عبادت کہتے ہیں۔ تو فرشتے مکلف ہیں یا غیر مکلف؟ نہ ان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے۔ نہ ان کے ساتھ نفس ہے۔ نہ ان کی کھانے پینے کی کوئی ضرورت ہے۔ نہ ان کے خواہشات نفسانی ہیں جیسے انسان کے ہیں۔ تو وہ جو کچھ عبادت رات دن کرتے ہیں وہ طاعت ہے نام اس کا عبادت رب نہیں رکھتے۔ بلکہ طاعت رب کہیں گے۔ یفعلون ما یؤمرون۔ لیکن چونکہ وہ مقتضیٰ ان کی طبیعت ہے۔ خدا نے فرشتوں کی طبیعت ایسی پیدا کی۔ جیسا ہم سانس لیں۔ اور طبیعت ہماری سانس لیتی ہے اور بلا عدد اور بلا شمار اس طریقے سے لیتے ہیں یہ تو طاعت جو ہے وہ بھی طبعی ہے تو وہ مکلف نہیں۔ سمجھ میں آگیا۔ فرشتے مکلف نہیں۔ مکلف اس کو کہتے ہیں کہ جس کے طبیعت کے خلاف حکم دیا جائے۔ ان کے طبیعت کے خلاف حکم ہے کوئی؟ ان کے پاس نفس نہیں ہے شیطان نہیں ہے۔ خواہشات نہیں ہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں ایسے کہ جیسے ہم سانس لیتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلعم نے جو فرمایا کہ تیری عبادت نہیں ہوگی تو فرشتے ٹھیک ہے کہ سجدے میں بھی ہیں رکوع میں بھی ہیں، قیام میں بھی ہیں وہ ڈیوٹی پہ لگے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کا نام ہم عبادت نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ وہ مکلف نہیں ہیں تو ان کے طبیعت کا تقاضا ہے وہ جو کر رہے ہیں۔ اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ مسلمان اگر بدر میں شہید ہو جاتے تو فرشتے عبادت کرتے۔ تیسری ایک بات ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ آسمان پر ہیں۔ اور انشاء اللہ آخری دور میں وہ دنیا کو تشریف لائیں گے اور کافروں کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں۔ تو حیات عیسیٰؑ کے ہم قائل ہیں تو آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ چلو یہ بدر میں اگر وفات ہو جاتے اور ختم ہو جاتے تو عیسیٰ علیہ السلام عبادت کرے گا۔ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فرماتے ہیں کہ یا اللہ اگر یہ شہید ہو گئے تو تیری عبادت دنیا سے مٹ جائے گی۔ تو عیسیٰ علیہ السلام موجود ہیں وہ عبادت کریں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ موجود ہے۔ لا تعبد فی الارض۔ حدیث میں لفظ موجود ہے۔ یا اللہ روئے زمین پر کوئی عبادت کرنے والا نہیں ہوگا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام تو چوتھے آسمان پر ہیں۔ تو وہ اگر عبادت کرتے ہیں تو آسمان پہ۔ اور آپ نے فرمایا روئے زمین پر کوئی نہیں رہے گا۔

اب اس کے بعد پھر تضرع۔ تو انشاء اللہ پھر بیان کروں گا۔ وقت پورا ہو گیا ہے ؂

جہاد افغانستان کی مناسبت سے

حضرت علامہ شمس الحق افغانی
ترجمہ: حافظ محمد ابراہیم فانی

جہاد اور اسلام

عنوان بالا پر علامہ موصوف کا یہ مضمون پشتو زبان میں لکھا گیا تھا۔ مضمون کی افادیت اور حالات حاضرہ کی مناسبت سے اس کا اردو ترجمہ نذر قارئین ہے۔

حرفِ آغاز جہاد بلحاظ لغوی معنی کے جد و جہد کرنا یعنی کوشش کرنا اور زحمت و سختی برداشت کرنا اور اصطلاحِ شریعت میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ایک اسلامی عسکری تنظیم کے تحت اپنی جان و مال قربان کرنا اور دین اسلام کے لئے دفاع کے اپنی تمام تر قوتوں اور ذرائع کو بروئے کار لانا۔

جہاد کا یہ شرعی مفہوم مسلمان قوم کا وہ مذہبی فریضہ ہے جس کی اہمیت پر قرآن و حدیث نے بہت زور دیا ہے۔ جیسا کہ عنقریب "جہاد کا نقلی رخ" پر بحث کے دوران اس کی وضاحت کی جائے گی۔

تمہید فریضۂ جہاد کا ایک عقلی پہلو ہے اور دوسرا نقلی رخ۔ یہاں ہر پہلو پر مفصل بحث ہوگی۔ اور یہ واضح کرنا ہے کہ جہاد مسلمان قوم کے لئے عقلی و نقلی ہر دو رسے ضروری اور لازمی ہے اور اجتماعی و ملی زندگی کے تحفظ اور بحالی کے علاوہ یہ جہاد ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن ہے۔

عقلی پہلو ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اور حیوان میں دو قوتیں موجود ہیں۔ ایک "قوتِ میل" یعنی اپنی محبوب و مرغوب چیز کو میلان کرنا۔ یا اسے اپنے تصرف میں لائے یا اس سے مطلوبہ مقصد حاصل کرے۔ چنانچہ اس چاہت کے جذبے کو قوتِ اشتہا کہتے ہیں۔

دوسری قوت قوتِ غضب ہے۔ یعنی اس کو اپنی خواہش کی تکمیل میں جو چیز مانع ہو۔ یا تو ظلم و جبر سے اسے دفع کرے یا جیسے بھی ممکن ہو اسے مغلوب کرے۔

چنانچہ پروردگار عالم نے ہر جاندار مخلوق میں یہ طاقتیں پیدا کی ہیں۔ اشتہا اور چاہت کی یہ طاقت ایک نفس کی زندگی بحالی کا کام بھی دیتی ہے اور نسل کی بقا بھی اسی طاقت سے ہے۔

غضبی قوت سے (یہ نفس) اپنا بچاؤ اور حفاظت بھی کرتی ہے۔ اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے اس کو کام میں لاتی ہے۔ پھر اس قوت کے استعمال کے لئے خالق کائنات نے ہر حیوان کے بدن میں اس کی نوعی تناسب سے اسے ایسے اندام دیتے ہیں جس کے ذریعہ وہ اپنا بچاؤ اور دفاع بھی کرتا ہے اور دوسرے حیوان پر حملہ اور جبر بھی۔ طیور کے پنجے گائے بیل کے سینگ وغیرہ متعلقہ جانداروں کے آلات دفاع اور اوزار حرب ہیں۔

اظہار مقصد اس تمہید کے بعد یہ حقیقت واضح ہے کہ قوت اشتہا اور قوت قہر کا استعمال ہر جاندار کا فطری حق ہے۔ اسی خاطر خالق کائنات کی طرف سے اس کو پورا موقع دیا گیا ہے مگر اس سلسلہ میں چونکہ فطرت انسانی کی نوعیت اور حیوانات سے بالکل علیحدہ نہایت اونچا اور عقل کی بنا پر عظیم پیمانے پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی قوت کی قدرت اور اس کی قوتوں کے استعمال کی حدود اور خطوط اور حیوانات کی نسبت بے حد وسیع اور لامحدود ہے اور صرف یہی نہیں کہ اس کے بدن میں اس کے پاس قوت غضب اور دفاع کا مختلف سامان موجود ہے۔ بلکہ خارجی طور سے اسے یہ موقع حاصل ہے کہ ان دونوں قوتوں کے استعمال کا سامان عقل وخرد کی روشنی میں مکمل اور پورا کرے۔ تو جیسا کہ انسانی محبت اور رغبت اور میل وخواہش کا سرچشمہ اور منبع قوت اشتہا ہے اور کھانا پینا رہنا سہنا اوڑھنا بچھونا اور مرد و زن کا ملاپ اس کے مختلف مظاہر ہیں۔ مکان کے بارے میں جب انسان ہر وقت سرگرم اور سرگرداں رہتا ہے۔ اسی طرح ہر دور میں اسلحہ اور آلات جنگ اور موجودہ وقت میں بے پناہ سامان جنگ جس کے ذریعہ ایک لمحہ میں عالم بشریت کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ یہ تمام قوت غضب کے اثرات اور اس کے استعمال کے ذرائع و آلات ہیں۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر صاحب مسلک انسان اپنے مسلک کی ترقی اور فروغ بہر قیمت وصول کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی پہ آمادہ اور تیار رہے۔ بنا برایں مسلمان بھی بحیثیت مسلمان یہ خواہش کرتا ہے کہ مذہب اسلام کا جھنڈا بلند اور کلمۃ اللہ کا بول بالا ہو۔ گویا مسلمان کی یہ خواہش قہر وغضب اس کا فطری اور ملی حق ہے۔ اور اس کے استعمال کا صحیح طریق کار شریعت اسلام نے اسے واضح کیا ہے۔ یعنی اس کے فطری اور پیدائشی خواہش کے لئے صحیح خطوط اور حدود متعین کئے ہیں جو مسلمان ان حدود کی پابندی کرے۔ اس کے ساتھ اجر و ثواب کا عہد و پیمان ہوا ہے۔ اس مقام میں ضمنی طور پر یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ شرع اسلام کے تمام احکام انسانی طبع اور مزاج کے عین مطابق ہیں۔ اور ان احکام کے منفی پہلو کا انسانی طبیعت کے ساتھ غیر طبعی اور خارجی تعلق ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔ الخیر عادۃ والشر لجاجۃ یعنی خیر وصلاح طبیعت انسانی کی عادت اور معمول ہے اور شر اس کے ساتھ باہر سے پیوست ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارا ایک مفصل مضمون ایک مجلہ اسلامی اکیڈمی کوئٹہ سے شائع ہوا ہے اس میں دس دلائل

سے یہ دعوائے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسلام دینِ فطرت ہے۔ وہ مضمون نہایت ہی مفید ہے۔ شائقین حضرات اس کا مطالعہ کریں۔ غرض یہ کہ جہاد بھی مسلمانوں کے لئے ایک بنیادی اور فطری خصوصیت ہے اور جیسا کہ اس کو قوت اشتہا کا صحیح موقعہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کو قوتِ قہر کے استعمال کا بھی جائز شرعی محل میں موقع حاصل ہے۔ اور مسلمان قوم کے لئے یہ اجتماعی، عسکری اور دفاعی عمل جہاد ہے۔

جہاد کی تاریخی حیثیت اس سلسلہ میں تاریخ اقوام عالم اس بات پر شاہد ہے کہ جس قوم نے اپنی دفاعی قوت کمزور کی اور دوسرے اقوام و ملل کے مقابلہ میں یہ قوت استعمال نہ کی یا اس میں کوتاہی سے کام لیا۔ تو وہ قوم سیاسی اور قومی زندگی کے لحاظ سے زندہ نہ رہی۔ بلکہ ہلاک اور تباہ ہوئی۔ قرآن کریم نے مسلمان قوم کی اس قسم کمزوری کی ہلاکت و تباہی سے تعبیر کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے :۔

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ مطلب یہ کہ اگر آپ نے جہاد چھوڑ دیا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔

جہاد کا فضلی رخ فریضہ جہاد کے متعلق قرآن و حدیث سے جو ہدایات و تعلیمات منقول ہیں۔ ان کی حیثیت سے بھی جہاد اہم ترعبادت ہے۔ کیونکہ واضح بات ہے کہ عبادت کی روح بندہ کا اخلاص اور جذبۂ ایثار ہے جس کی وجہ سے وہ مال و جان اور تن من دھن قربان کرنے کو تیار ہے۔ اور ایسا پختہ یقین اور قوی باور رکھتا ہے۔ کہ میدان جہاد میں میری موت حقیقی اور ابدی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ جو کہ ایک نہ ختم ہونے والا خوشگوار حیات ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے۔

بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتاھم اللہ من فضلہ

حافظ شیراز رحمہ اللہ نے اس ابدی زندگی کا نہایت خوبصورت نقشہ پیش کیا ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

جہاد کے لئے قرآن کریم نے دشمن کے ساتھ مقابلہ اور مقابلہ کے لئے تیار رہنے اور اپنی طاقت کے مطابق اور مدں کو مستعد رہنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں :۔

واعدوا لھم (الآیہ) اسی طرح احادیث میں بھی جہاد کے بارے میں بہت سے تاکیدی احکام وارد ہیں اور ساتھ ہی اس کے اجر و ثواب کا بھی بیان ہوا ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ غازی کے گھوڑے کا فضلہ اللہ کے نزدیک مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار اور قابل قدر ہے اور فرماتے ہیں کہ جہاد کی خاطر ایک صبح یا ایک شام جانا اللہ کے ہاں دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جہاد میں شہادت کی تمنا کی ہے۔ اور فرماتے

فرماتے ہیں ۔ انی لو ددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیٰی ثم اقتل

جاں خواہم از خدا نہ یکے بلکہ صد ہزار تا صد ہزار بار بمیرم برائے یار

غرض یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لطف و مسرت اور فرحت و بہجت کی بار بار حصول کی آرزو کی ہے جو کہ شہید کو بوقت شہادت حاصل ہوتی ہے ۔

ایک دوسری روایت کا مضمون یہ ہے کہ غازی کو بوقت نزع صرف اتنی تکلیف پہنچتی ہے جتنا کہ ایک شخص کو مچھر کاٹے ۔ اسی طرح سرحدی چوکی اور مقامات پر جو متعین سپاہی اور مسلمان جانباز ہو ۔ اس کو مرابط اور اس کی ڈیوٹی کو رباط اور مرابطت کہتے ہیں ۔

مرابط کے بارے میں ارشاد ہے ۔ کہ من مات مرابطا فی سبیل اللہ کتب لا عملہ الی یوم القیامۃ و یا من فتنۃ القبر ۔ خلاصہ یہ کہ مذہب اسلام کے فریضۂ جہاد یعنی اس سرحدی محافظ نگران دستے کا اجر و ثواب قیامت تک لکھا جائے گا اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا ۔ گویا مذہب اسلام میں جہاد ایک اہم اور ضروری عبادت ہے اور میدان عمل میں شہید کے خون کے ایک قطرے کے ساتھ ایک گناہ بھی برابر نہیں ہوتا (یعنی اس کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے)

ایک غلط فہمی اور اس کا جواب | اس مقام میں بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ چونکہ اسلام نے جذبۂ جہاد کی نہایت تعریف و توصیف کی ہے ۔ ابتدائی دور میں اس جذبے سے اتنا کام لیا گیا ہے ۔ کہ جزیرۃ العرب کے ۲۴ لاکھ آبادی میں سے ۸ لاکھ آبادی مشرف بہ اسلام اور نور ایمان سے منور ہو گئی ۔ اور آئندہ کے لئے بھی ارشاد نبوی ہے ۔ الجہاد ماض الی یوم القیامۃ یعنی جہاد و قتال کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا ۔ چنانچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں بزور تلوار اور بنوک شمشیر پھیلا ہے اور اس کے پھیلاؤ میں جہاد و جنگ و جدال اور سفاکی و خون ریزی کا صرف دخل نہیں بلکہ یہ سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ تو شریعت اسلامیہ کا تمام تر جبر و قہر اور زبردستی پر بنا ہے ۔

اس غلط فہمی کا جواب یہ ہے کہ تعلیمات اسلام کی رو سے جہاد کی نوبت تب آتی ہے جب حق و انصاف کے قیام کے لئے شر کی طاقتیں سد راہ بن جائیں اور اس کو مٹانے کے لئے اور کوئی قابل عمل صورت باقی نہ رہے ۔ سب سے پہلے غیر قوموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاتی ہے ۔ جب وہ اسلامی حکومت کا ذمہ قبول کرے اور جزیہ دینے پر راضی ہو جائے تو اسلام کی طرف سے اسے اتنی مراعات حاصل ہوتی ہیں کہ ان کی جان و مال ایک مسلمان کی جان و مال کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے ۔ اور اسلامی معاشرے کی تمام آئینی اور معاملاتی حقوق ایک غیر مسلم ذمی کو ایسے پیرائے میں مل جاتے ہیں جو ایک غیر مسلم کو بحیثیت مسلمان حاصل ہوتے ہیں ۔

پیغمبر علیہ السلام نے حکومت اسلام کے اس بین الاقوامی دفعہ کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

اموالہم کاموالنا و دماؤھم کدمائنا۔ ان کا مال اور ان کا خون ہمارے مال اور خون کی طرح محفوظ ہیں اور اسی طرح ان کو اپنی مذہبی رسومات کی قانونی اور مکمل آزادی ہے جو کہ اسلامی نظام حکمرانی کے ساتھ مزاحم اور متصادم نہ ہوں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

ذرھم وما یدینون۔ انہیں اپنے مذہبی کاموں میں آزادی ہے ان کو چھوڑ دیں۔ غرض یہ کہ ایک غیر مسلم ذمی کے ساتھ مملکت اسلام کا اس سے اور بہتر کیا سلوک ہو سکتا ہے۔ کہ ایک ذمی کافر کے خون ناحق پر ایک مسلمان کا قصاص کیا جاتا ہے جیساکہ حدیث کا متن اس پر دال ہے۔ اور صحابہ کرام اور ائمہ کا بھی یہی مسلک ہے خلاصہ یہ کہ عدل الٰہی کے قیام کے لئے ان کے ساتھ ہر ضروری، اخلاقی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ اور انہیں تمام شہری حقوق حاصل ہیں۔ البتہ جنگی خدمات کے عوض ان پر برائے نام ٹیکس (جزیہ) مقرر کیا گیا ہے۔

پس ان مراعات کے باوجود بھی اگر ایک کافر قوم مفاہمت پر آمادہ نہ ہو تو پھر ان کے ساتھ جہاد صرف دفعِ فساد کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔

بہرصورت یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حق و انصاف کے نفاذ کے لیے ناساز گار فضا سے نا امیدی کی صورت میں اسلام نے جس بہتر سلوک کی تاکید کی ہے وہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ اسلام میں قوت کے استعمال کی اجازت مخصوص حالات اور محدود پیمانے پر ہے۔ غرض یہ کہ مذہب اسلام کی نظر میں جہاد کو اول اور مرکزی حیثیت حاصل نہیں بلکہ اولاً غیر اقوام پر اسلامی تعلیمات اور اخلاق و تمدن پیش کرنا ہے۔ اور پھر کثیر تعداد میں اغیار کے خوش نصیب اور نیک بخت افراد انہیں تعلیمات کی روشنی میں اسلام قبول کر لیں۔ اور حجت و برہان اور تیغ و سنان کی نوبت نہ پہنچے۔

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت پاکیزہ اور پرکشش سیرت نہایت درجہ مشفقانہ اور مصلحانہ برتاؤ بے پناہ حکیمانہ اور خیر خواہانہ سلوک نے عرب میں ایسا انقلاب پیدا کیا کہ ان کے حالات و خیالات اور گفتار و کردار تمام اس پر بدل گئے۔ سرکش اور باغی دماغ رام اور تابع فرمان ہو گئے۔ جاہل اور نا سمجھ عرب علمبردار اور راہنما بن گئے۔

ہمارے اس دعویٰ پر تاریخ کا ہر باب شاہد عدل ہے کہ جنگ اور قتال پر اقدام نہایت بامر مجبوری ہے اور صرف ملت مسلمہ نہیں بلکہ دشمن بھی اس بات پر گواہ ہے۔

وملیحۃ شھدت لہا ضراتہا۔ والفضل ما شھدت بہ الاعداء

یعنی ایک خوبصورت عورت کے حسن و جمال کا کبھی کبھی اپنی سوکن بھی اعتراف کرتی ہے حقیقتاً کمال وہی ہے

کہ دشمن بھی اس کا معترف ہو۔

اس بارہ میں ایک تاریخی ثبوت کم از کم یہ بھی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی کل تعداد پندرہ سو تھی اور جب صلح ہوگئی اور مسلمانوں کے تیر ترکش میں بند ہو گئے اور جہاد کا سلسلہ وقتی طور پر معطل ہوگیا تو اس تعطل کے دوران اغیار کے دلوں میں خاموشی سے مذہب اسلام کی اتنی شہرت اور اس کی تعلیمات کی اتنی ترویج ہوگئی کہ محض اچھی پالیسی اور عمدہ کردار کی بدولت فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار فرزندانِ توحید موجود تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اسلام کی ترویج اور اس کی وسیع اور ہمہ گیر مقبولیت اس کی تعلیمات کی طہارت اور پاکیزگی پر مبنی ہے اور جہاد کی تب ضرورت پیش آتی ہے جب صلح و مفاہمت حسن معاملہ اور باہمی گفت و شنید کی کوئی سبیل نہ ہو۔ بیشک شریعت اسلام میں جبر و اکراہ نہیں۔ اور قرآن پاک میں یہ اعلان موجود ہے کہ

لا اکراہ فی الدین۔ قد تبین الرشد من الغیّ۔ یعنی اسلام میں زبردستی نہیں اب تو رشد و ہدایت اور گمراہی و ضلالت علیحدہ علیحدہ واضح ہیں۔

جہاد کا اصلاحی پہلو | آخر میں جہاد کے بارے میں یہ حقیقت بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ جہاد اگرچہ بظاہر قتل و غارت خون ریزی اور تباہی ہے۔ اور یہ بھی مسلّم حقیقت ہے کہ جنگ کرنے والے ممالک، افواج اور اقوام کا مالی و جانی نقصان اس نقصان کے ½ ہے جو ان افواج کی اخلاقی گراوٹ میں ہے کیونکہ جنگ کے میدان میں انسان بننے کی بجائے ہر جنگ جو یہ کوشش کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ خون ریز سفاک اور درندہ ہو۔ (یعنی انسان کی طبیعت اس سے سفاک بن جاتی ہے)

لیکن اس کے ساتھ اسلامی جہاد جس غرض کے لئے کیا جاتا ہے اور اس راہ میں جو اصلاح و تعمیر زیر منظر ہے وہ ایک عام قانونِ اصلاح کے تحت ضروری ہے اس لئے کہ جب ایک مرکب اور مجموعہ چیز کے کسی ایک حصہ یا جز میں کسی قسم کی خرابی اور فساد پیدا ہو جائے جو اسی مرکب اور مجموعے کے اور اجزاء ہیں، فساد کا تو پھر اس مجموعے سے وہ حصہ یا انسان و حیوان سے وہ عضو بادلِ ناخواستہ علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ جس کی بناء پر اس مرکب یا حیوان کا باقی بدن اس فساد سے مامون رہتا ہے۔ چنانچہ ایک مالی پھل دار درخت سے فاسد مزاج شاخوں کو کاٹتا ہے: تاکہ ان شاخوں کے فساد سے باقی درخت محفوظ رہے۔ اسی طرح ڈاکٹر بھی باقی بدن کے تحفظ کے لئے اس اندام کو قطع کرتا ہے جس سے باقی صحت مند بدن میں فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ اب یہ بات واضح ہے کہ اسلامی مملکت ایک وحدت ہے اس وجہ سے جو افراد اس کے اجتماعی تقاضوں اور ضوابط کے مطابق زندگی گذارتے ہیں تو اگرچہ وہ غیر مسلم ہوں لیکن ان کا وجود تسلیم ہے۔ لیکن جب غیر مسلم افراد اس اجتماعی وحدت میں فساد پیدا کر رہے ہوں اور نظم و ضبط کے لئے خطرہ ہوں تو پھر ہر ممکن قوت کے ساتھ ان عناصر سے مسلم معاشرہ

کی تطہیر لازم ہے۔ پس اس قسم کی تعمیر و تطہیر کا نام جہاد ہے۔

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کے متعلق اپنے پہلے تاریخی خطبہ میں نہایت زوردار الفاظ استعمال کئے ہیں۔ فرماتے ہیں "اگر یہ اصلاحی جنگ آپ نے ترک کی تو بہت ہی خرابی اور فساد پیدا ہوگا۔ یعنی ناپاک عناصر معاشرے کے اور افراد پہ حاوی اور غالب ہوں گے۔"

بعینہٖ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْر

غرض یہ کہ ترک جہاد فساد و فتنہ کو موقع فراہم کرتا ہے۔ الحاصل جہاد ہر مسلمان خاص کر پاکستانی مسلمان کا اہم فریضہ ہے۔ دین ملک ناموس اور باعزت زندگی کی حفاظت جہاد پر موقوف ہے۔ اور اگر اس فریضہ میں کسی قسم کی کوتاہی اور غفلت سے کام لیا گیا تو پھر یہ تمام چیزیں تباہ اور غلامی کی ذلت کو تیار رہو جائے۔ اور صرف غلامی ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں کسی نے بجا کہا ہے کہ:۔

"حالتِ نزع کا لمحہ آزادی غلامی کے کئی سالوں سے بہتر ہے۔" یہ تو جہاد کا دنیوی فائدہ ہے۔

اور اخروی فائدہ یہ ہے کہ:۔

۱۔ منزلِ نزع نہایت ہی خطرناک ہے لیکن مجاہد پر بہت آسان ہے جیسا کہ مچھر نے کسی کو کاٹا ہو۔

۲۔ جب کوئی انسان فوت ہو جائے تو اس کی نیکی ختم ہو جاتی ہے۔ (یعنی اس کے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہے) لیکن حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجاہد جب مر جاتے تو ہر وہ نیکی جو اس نے زندگی میں کی ہو تا قیام حشر اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی۔

۳۔ مجاہد غازی یا مرابط جب اعلاء کلمۃ الحق کے لئے مر جائے تو عذابِ قبر (جو کہ سخت ترین منزل ہے) سے محفوظ رہے گا

۴۔ میدان حشر میں اس فیصلے کا انتظار کا رہے گا کہ کون جنت میں جائے گا اور کس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لیکن یہ میدان بھی شہید اور مجاہد کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے بان لہم الجنۃ۔ اس کے لئے جنت ہے۔ مجاہد کا مال و جان اللہ نے جنّت کے عوض لے لیا ہے۔ گویا جہاد کے باعث اللہ کی طرف سے یہ رجسٹری ہے کہ جس نے جان و مال راہ خدا میں قربان کیا۔ اللہ نے اسے جنت عطا فرمادی۔

دائرہ جہاد | جہاد لوگ صرف جنگ کو کہتے ہیں۔ لیکن ایسی بات نہیں بلکہ جہاد کے لئے سامان کی تیاری بھی اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی جہاد کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے غازی کے لئے سامان مہیا کیا تو وہ بھی غازی اور جس نے غازی کے بال بچوں کی خدمت اور دیکھ بھال اخلاص سے کی تو وہ بھی غازی۔

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ کہ آپ دشمن کے مقابلے کے لئے ہر قسم کا سامان تیار کریں جس پہ آپ کو قوت اور برتری حاصل ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلحہ سازی کے کارخانوں میں جو

(باقی صفحہ پر۔ لطائف الحواشی کے بعد)
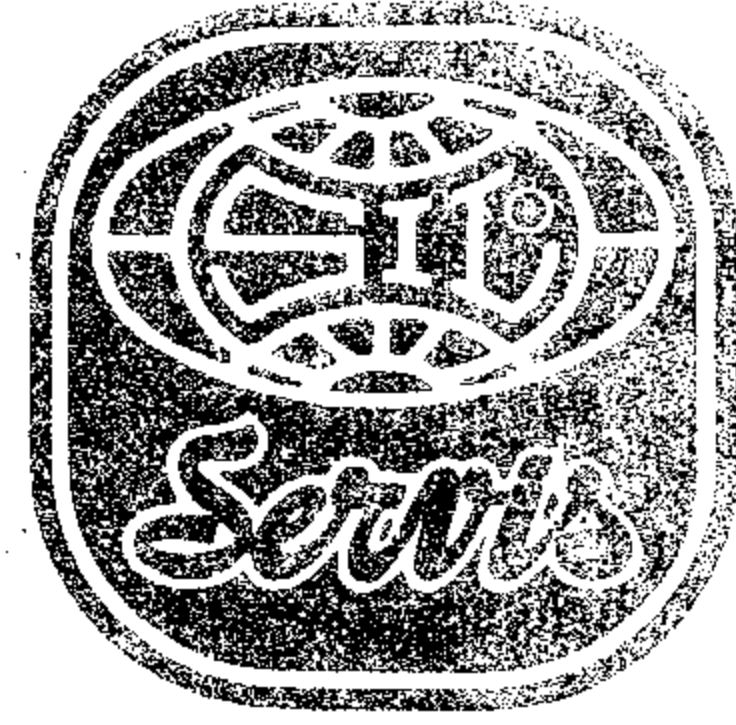
از ڈاکٹر محمد ایوب قادری

راہِ نجات

اور

اُس کا مصنّف

ہمارے ملک کے مشہور محقق اور سکالر برادر مکرم جناب ڈاکٹر محمد ایوب قادری کراچی نے اردو ادب میں علمائے کرام کی خدمات کے موضوع پر پی ایچ ڈی کیا ہے اس گراں قدر تحقیقی کام کے بعض حصے انہوں نے الحق کو عنایت فرمائے ہیں اس سلسلہ کی ایک قسط سید احمد شہید کے نام سے شائع ہوئی ہے اب دوسری قسط پیش خدمت ہے امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی اس حق نوازی سے نوازتے رہیں گے۔ (ادارہ)

اردو زبان کا یہ مختصر سا رسالہ ہے جو نہایت مقبول رہا ہے اس میں اسلام کے پانچ ارکان کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے ضروری مسائل اختصار کے ساتھ سادہ سلیس زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مصنّف کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس کتاب پر بحیثیت مصنف۔ ۱۔ شاہ رفیع الدین۔ ۲۔ شاہ عبدالعزیز۔ ۳۔ مولوی حافظ محمد علی پانی پتی کا نام چھپتا رہا ہے۔ کبھی کبھی مصنّف کے نام کے بغیر بھی یہ رسالہ طبع ہوا ہے[1]

۱۔ شاہ رفیع الدین

شاہ رفیع الدین کے نام سے مطبع مصطفائی لکھنؤ سے مندرجہ ذیل چار ایڈیشن شائع ہوئے۔

۱۔ سنہ ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۰ء ۲۔ ۱۲۵۸ھ ۱۸۴۲ء ۳۔ ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۴ء ۴۔ جمادی الاخری ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء

خاتمۃ الطبع کی عبارت اس طرح ہے جس میں مصنّف کے نام کی صراحت کی گئی ہے[2]

---

[1] مطبع محمدی لکھنؤ ۱۸۵۲ء، مطبع احمدی کانپور ۱۳۰۵ھ ۱۸۸۷ء، مطبع رزاقی کانپور ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء، مطبع افتخار دہلی بغیر سن طباعت اور مطبع اہلِ سنت لاہور بغیر سن طباعت۔ راہ نجات کے نسخے ہماری نظر سے گذرے جن پر مؤلف کا نام نہیں ہے۔

"شکر خدا کا کہ چھپنا مختصر بزرگ صفات یعنی رسالہ راہ نجات تصنیف حضرت مولانا رفیع الدین دہلوی مبرور کا بیچ مطبع مصطفائی کے۔ کہ شہر لکھنؤ محلہ محمود نگر میں واقع ہے۔ تاریخ بیسویں شہر جمادی الثانی ۱۲۷۲ ہجری کو محمد عبد الہادی خاں خلف الرشید محمد مصطفےٰ خاں ابن حاجی محمد روشن خاں مرحوم کے اہتمام سے اختتام کو پہنچا۔"

اخبار لائبریری رام پور میں راہ نجات کا ایک خطی نسخہ جس پر بحیثیت مصنف شاہ رفیع الدین کا نام ہے کاتب کا نام اور سن کتابت درج نہیں ہے۔ اس طرح ہے[۱]

"شکر خدا کا کہ رسالہ راہ نجات حضرت مولانا رفیع الدین دہلوی کا تمام ہوا۔"

یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات مثلاً مؤلف "حدائق الحنفیہ" پیر مرتضیٰ خاں رام پوری ۱۸۸۰ء اور مولوی محمد شفیع مرحوم وغیرہ نے رسالہ راہ نجات کو شاہ رفیع الدین کی تصنیف قرار دیا ہے۔

بلکہ سر سید احمد خان نے بھی اس رسالہ کو شاہ رفیع الدین یا شاہ عبد القادر کی تصنیف گمان کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے جامع مسجد دہلی کے پیش امام سید محمد بخاری ف ۱۸۹۹ء کو ۱۸۸۷ء میں ایک خط لکھا ہے اور اس میں ایسا خیال ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"دو رسالے مسمی راہ نجات اور حقیقۃ الصلوٰۃ مدت ہوئی کہ میں نے دیکھے تھے اور میں خیال کرتا ہوں کہ دونوں رسالے اردو زبان میں مولوی رفیع الدین یا مولوی عبد القادر صاحب کی تصنیف تھے بالفعل جو رسالے از نام راہ نجات وحقیقۃ الصلوٰۃ متعدد چھاپہ خانوں میں چھپے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ دونوں رسالے آیا درحقیقت مولوی رفیع الدین صاحب کی تصنیف سے تھے یا مجھے غلط خیال ہے۔ اور اگر تھے تو وہی ہیں جو چھاپہ ہوئے ہیں یا اور کوئی ہیں۔"

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد مصطفائی پریس منتقل ہو گیا اور ایک شاخ نظامی پریس کے نام سے کانپور میں بھی قائم ہوا۔ اور اس کے مالک و مختار مصطفےٰ خاں (۱۲۵۹ھ ۱۸۴۲ء) کے چھوٹے بھائی اور تربیت یافتہ عبد الرحمٰن ابن حاجی روشن خاں قرار پائے۔ بعد ازاں مطبع مصطفائی اور مطبع نظامی سے راہ نجات کے جو نسخے شائع ہوئے ان میں شاہ رفیع الدین کی بجائے مولوی حافظ محمد علی کا نام بحیثیت مصنف کے چھاپا گیا ہے جیسا کہ آگے ہم تفصیل سے بتائیں گے۔

۲۔ شاہ عبد العزیز: اسی طرح بعض مالکان مطابع نے راہ نجات کا مصنف شاہ عبد العزیز دہلوی گردانا ہے۔ چنانچہ راہ نجات کے مندرجہ ذیل مطبوعہ ایڈیشن ہماری نظر سے گذرے ہیں جن پر شاہ عبد العزیز کا بحیثیت مصنف طبع ہوا ہے :۔

۱۔ مطبوعہ کلکتہ ۔ (ٹائپ) قبل ۱۸۵۷ء ۲۔ مطبع اسلامی کلکتہ۔ (ٹائپ) قبل ۱۸۵۷ء

۳۔ مطبوعہ مدراس (لتھو) سن طباعت ندارد ۴۔ مطبع انوار عظیم مدراس (لتھو) ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۰ء

۵۔ مطبع معدن فیض مدراس (منظوم) ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء

اس کو جمال الدین الفت نے ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۶ء میں نظم کیا ہے۔

مطبع اسلامی کلکتہ کے نسخہ میں خاتمۃ الطبع کی عبارت اس طرح ہے[1]

"کہتے ہیں کہ یہ رسالہ تصنیفات سے مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ سابق اس کے یہ رسالہ بارہا چھاپا گیا اور تمام فروخت میں پہنچا۔ بالفعل چونکہ کم یاب ہے اس واسطے خادم الطلبہ امیدوار رحمت بدرگاہ صمد سید محمد عفا اللہ عنہ نے واسطے فائدہ عام کے چھبیسویں رمضان المبارک روز جمعہ مطبع اسلامی میں متصل مسجد منشی غلام رحمٰن مرحوم کے چھپوایا۔"

مطبع انوار عظیم مدراس کے مطبوعہ نسخہ میں خاتمۃ الطبع کی عبارت اس طرح ہے[2]

"کہتے ہیں کہ یہ رسالہ تصنیفات سے مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ہے۔"

مدراس کے دوسرے نسخہ میں یہ عبارت اس طرح ہے[3]

"الحمد للہ کہ وسیلہ حسنات رسالہ راہ نجات کہ تصنیفات سے جناب قدوۃ المفسرین، امام المحدثین قطب العارفین خلاصۂ علمائے عصر سر دفتر فضلائے دہر منبع فیوضات لم یزلی حضرت کثیر البرکت مولانا و مرشدنا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ۔"

مطبع معدن فیض مدراس سے راہ نجات کا جو منظوم ترجمہ شائع ہوا ہے اس کو جمال الدین الفت نے نظم کیا ہے اور مصنف کی صراحت اس طرح کی گئی ہے[4]

پہلے اے بھائی کہو حمد خدا	بعد نعت شفیع روز جزا
بھیج اون پر پھر صلوٰۃ شتاب	اور اون کے آل اور اصحاب
ایک ہندی رسالہ نثر تمام	ہے گا راہ نجات جس کا نام
شاہ عبدالعزیز مولانا	جس کو تصنیف کی ہے اے دانا
بندۂ کمترین جمال الدین	خاکپائے ہداۃ راہ یقین

---

[1] راہ نجات مطبوعہ مطبع اسلامی کلکتہ ص ۵ [2] راہ نجات مطبوعہ انوار عظیم مدراس ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۰ء ص ۴۹ [3] راہ نجات مطبوعہ مدراس لتھو ص ۷۰ [4] راہ نجات منظوم مطبوعہ مطبع معدن فیض مدراس ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء

نظم اس کو کیا مگر آساں — حفظ تا ہو عوام پہ آساں

تاریخ نظم اس طرح لکھی ہے[1]

جب کہ الفت نے کر دیا نظم — نثر جو تھا رسالہ راہ نجات

نام اس کا مشعر تاریخ — بولا بہجت نے "ہادی الخیرات" ۱۲۶۲ھ

راہ نجات کے تین خطی نسخے بصراحت ذیل بھی پائے جاتے ہیں۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن

کتاب میں یا ترقیمہ میں کہیں یہ صراحت نہیں ہے کہ یہ شاہ عبدالعزیز کی تالیف ہے مگر مرتب فہرست نصیر الدین ہاشمی نے مولف کی حیثیت سے شاہ عبدالعزیز کا نام لکھا ہے۔ ترقیمہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

"تمام شد نسخہ متبرکہ مسمی راہ نجات بخط نادرست احقر العباد روشن علی متوطن موضع ...."[2]

۲۔ نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن

اس نسخہ پر مندرجہ ذیل ترقیمہ ہے۔

"الحمدللہ کہ وسیلہ حسنات رسالہ راہ نجات کہ تصنیف جناب قدوۃ المفسرین امام المحدثین قطب العارفین خلاصہ علمائے عصر اس دفتر فضلائے دہر منبع فیوضات لم یزلی حضرت کثیر البرکت مولانا و مرشدنا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ .... بتاریخ بست و ششم ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ از دست شمس الدین علی خاں عرف بخشی جی تحریر یافت۔"[3]

۳۔ نسخہ رضا لائبریری رام پور

"تمام ہوا یہ رسالہ مسمی راہ نجات من تصنیف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مولانا شاہ عبدالعزیز مرحوم و مغفور بتاریخ بست و چہارم شہر محرم ۱۲۴۸ ہجری"[4]

کلکتہ اور مدراس کے اہل مطابع نے راہ نجات پر بحیثیت مصنف شاہ عبدالعزیز کا نام لکھا ہے۔ شمالی ہند میں دہلی اور یوپی کے کسی مطبع نے شاہ عبدالعزیز کے نام سے اس کتاب کو نہیں چھاپا ہے۔

شاہ عبدالعزیز یا شاہ رفیع الدین کے حالات جن تذکروں یا کتابوں میں شائع ہوئے ہیں ان میں راہ نجات کا

---

[1] راہ نجات منظوم مطبوعہ مطبع معدن فیض مدراس ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء [2] فہرست مخطوطات اردو (کتب خانہ سالار جنگ) از نصیر الدین ہاشمی (حیدر آباد دکن ۱۹۷۰ء) ص ۹۰، ۹۱ [3] اردو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ جلد دوم از نصیر الدین ہاشمی حیدر آباد دکن ۱۹۶۱ء ص ۹۵ [4] فہرست مخطوطات اردو رضا لائبریری رام پور ص ۶۸

کسی صاحبِ تذکرہ نے ان حضرات کی تصنیف نہیں بتایا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اہلِ مطابع نے کتاب کو معتبر ثابت کرنے کے لئے ان حضرات سے اس کتاب کو منسوب کر دیا ہو۔

۳۔ **مولوی حافظ محمد علی پانی پتی** | مختلف مطابع کے مندرجہ ذیل راہ نجات کے وہ ایڈیشن ہیں جن پر بحیثیت مصنّف مولوی حافظ محمد علی پانی پتی مرحوم کا نام طبع ہوا ہے۔

۱۔ مطبع نولکشور کانپور ۱۸۸۹ء نواں ایڈیشن
۲۔ مطبع نولکشور کانپور ۱۹۱۲ء سترھواں ایڈیشن
۳۔ مطبع مصطفائی کانپور ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۱ء
۴۔ مطبع مصطفائی کانپور ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء
۵۔ مطبع مخزن العلوم غازی پور بعد ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء
۶۔ مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء
۷۔ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۱ھ ۱۹۰۳ء
۸۔ مطبع انصاری دہلی سن طباعت ندارد
۹۔ مطبع نامی لکھنؤ ۱۸۹۷ء (منظوم)

راہ نجات کو خواجہ عاشق علی نے ۱۳۱۳ھ ۱۸۹۵ء میں نظم کیا ہے۔ قطعۂ تاریخ میں مصنف رسالہ کا ذکر اس طرح سے کیا ہے [۱]

تھے محمد علی جو اک فاضل ذی کمالات صاحبِ درجات
کرکے تصنیف مسئلے دین کے نام رکھا انہوں نے راہ نجات
معتبر جانتے ہیں سب اوس کو تھے مصنّف جو مخزن البرکات
پر نہ رہتے تھے فرض واجب یاد اور نہ سنّت نہ نفل نہ مکروہات
وجہ یہ تھی نہ یاد رہنے کی نثر میں تھا بیانِ صوم وصلوٰۃ
اس لئے نظم کا خیال ہوا کہ ہو ازبر بیان دینیات
ہو چکا جب رسالہ نظم بسبب سال کی فکر میں رہا دن رات
ہاتفِ غیب نے کہا عاشق اس قدر کیوں ہے فکرِ تاریخات
مل گیا آپ کو صلہ اس کا پا گئے واہ خوب راہ نجات
۱۳۱۳ھ

مولوی حافظ محمد علی پانی پت کے قدیم باشندے اور نہایت مقدس و صالح بزرگ تھے۔ ان کے علم وفضل اور صلاح و تقویٰ کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ ۱۸۱۰ء) نے اپنی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے جن حضرات کے لئے وصیّت کی تھی اس میں ان کا نام سرِ فہرست ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے الفاظ ملاحظہ ہوں [۲]

---

[۱] راہ نجات منظوم مطبوعہ مطبع نامی لکھنؤ ۱۸۹۷ء ص ۵۶ [۲] مجموعہ وصایا اربعہ ص ۱۴۶

نماز جنازہ بجماعت کثیر امام صالح مثل حافظ محمد علی یا حکیم سکھوا یا حافظ پیر محمد بجا آرند۔

نماز جنازہ کثیر جماعت کے ساتھ صالح امام مثلاً حافظ محمد علی یا حکیم سکھوا یا حافظ پیر محمد پڑھائیں

وضو

مالا بد منہ (فارسی)[1]

بداں کہ فرض در وضو چہار چیز است۔ شستن رو از موئے سر تا زیر ذقن و تا ہر دو گوش و ہر دو دست با ہر دو آرنج و مسح چہارم حصہ سر و شستن ہر دو پا با ہر دو شتالنگ صـ ۱۳

راہ نجات (اردو)[2]

فرض وضو میں چار ہیں ایک منہ دھونا ماتھے کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں تک۔ دوسرے دونوں ہاتھ دھونا کہنیوں سمیت تیسرے چوتھائی سر کا مسح کرنا چوتھے دونوں پاؤں دھونا ٹخنوں سمیت صـ ۵

نواقض وضو

شکنندۂ وضو ہر چیز است کہ از پیش یا پس برآید و نجاست سائلہ کہ از تمام بدن برآید ... و خفتن بر پشت یا بر پہلو یا تکیہ زدہ بچیزیکہ اگر کشیدہ شود بیفتد شکنندۂ وضو است صـ ۱۵

جو نجاست آدمی کے آگے پیچھے سے نکلے وضو ٹوٹ جائے اور لہو یا پیپ نکل کے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور چت یا کروٹ لگا کے یا تکیہ دے کے سوئے وضو ٹوٹ جائے صـ ۵

بیان غسل

در غسل تمام بدن و آب در دہن و در بینی کردن فرض است و سنت آنست کہ اول دست بشوید و نجاست حقیقی از بدن پاک کند بستر وضو کند۔ سہ بار تمام بدن بشوید۔

غسل کے اندر فرض تین چیز ہیں۔ کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ سارے بدن پر ایک بار پانی بہانا۔ پر سنّت یوں ہے کہ پہلے ہاتھ دھوئے اور ناپاکی بدن سے دور کرے۔ پھر وضو کرے پھر بدن پر تین بار پانی بہائے۔

بیان تیمم

اگر مصلی بر آب قادر نباشد بسبب دوری آب یک کروہ چہار ہزار قدم یا بسبب خوف حدوث

اگر نمازی کو پانی نہ ملے ایک کوس بھر دور ہو یا بیماری سے پانی خلل کرتا ہو۔ پاک مٹی پر تیمم کر کے

---

[1] مالا بد منہ از قاضی ثناء اللہ پانی پتی مطبع نولکشور پریس لکھنؤ ۱۲۸۷ھ

[2] راہ نجات مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۲۷۲ھ

بیماری ۔۔۔ اور جائز است کہ عوض وضو و غسل نماز پڑھے ۔

تیمم کند مد ۲۳ صفحہ ۶

حج ۔ آخری عنوان ہے ۔

یکے از ارکان اسلام حج است وآں فرض عین است	پانچواں رکن اسلام کا حج ہے جسے حق تعالیٰ خرچ
اگر شرائط وجوب آں یافتہ شود و منکر آں کافر	راہ اور سواری دے اور راہ میں امن ہو حج اوس
است و تارک باوجود شرائط وجوب فاسق ،	پر فرض ہے جو کوئی حج کو فرض نہ جانے کافر ہے
لیکن ازبسکہ دریں دیار شرائط کم تر موجود می شود	اور جس پر فرض ہو اور نہ کرے وہ فاسق یعنی بڑا
در عمر یک بار واجب است وقوع آں بار بار	گنہگار ہے حج ساری عمر میں ایک بار فرض ہے
می شود ، عند الحاجت مسائل آں می تواں آموخت	جب خدا اسباب میسر کرے اوس وقت معلوم کرے
لہذا مسائل حج دریں رسالہ مختصر ذکر نکردہ شد	اس واسطے باقی مسئلے بیان نہ کئے

اسی طرح دوسرے عنوان مثلاً اذان ، فرائض نماز ، اوقات نماز ، واجبات نماز ، سجدہ سہو ، سنن نماز ، بیان جماعت ، مکروہات نماز ، نماز مسافر ، نماز جمعہ ، نماز عیدین ، بیان زکوٰۃ ، فطرہ اور روزہ وغیرہ بھی مالابدمنہ اور راہ نجات میں پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں ۔

اس تقابلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ راہ نجات فارسی کتاب مالابدمنہ کا تلخیصی ترجمہ ہے اور اس کی اساس پر راہ نجات مرتب ہوئی ہے ۔

یہ بات شاہ رفیع الدین یا شاہ عبدالعزیز کے مرتبہ سے فروتر ہے ۔ کہ وہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی متداول کتاب مالابدمنہ کا تلخیصی ترجمہ کرکے راہ نجات مرتب کریں ۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ان کے والد شاہ ولی اللہ کے شاگرد ہیں ۔ لہذا زیادہ قرین قیاس یہ بات ہے کہ جن لوگوں نے راہ نجات کا مؤلف مولوی حافظ محمد علی پانی پتی کو بتایا ہے ان ہی کی بات معتبر ہے ۔

اب ہم راہ نجات کا تعارف اور حاصل مطالعہ پیش کرتے ہیں ۔

راہ نجات کا آغاز اس طرح ہوتا ہے [1]

" اے عزیزو ! سمجھو اس بات کو کہ مسلمان ہونا بڑی نعمت ہے جو کوئی مسلمان ہو خدا کے دوستوں میں داخل ہو ۔ دنیا میں بھی اوس پر رحمت ہو اور آخرت میں بڑے بڑے درجے بہشت میں پاوے اور بغیر

---

[1] راہ نجات مطبع مصطفائی کانپور ۱۲۷۴ھ مد ۲

مسلمان ہوئے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی اس واسطے ہے کہ پہلے ایمان اور اسلام کے مسئلے سیکھے اور اپنی اولاد کو اور سب گھر کے آدمیوں کو سکھاوے تو مرنے کے پیچھے عذاب سے نجات پاوے اور نہیں تو بہت عذاب دیکھے گا۔ یہ بھی اور اُس کے گھر والے بھی، اب سنو تم دل سے مسئلے دین کے کہ پکی پکی کتابوں معتبر سے نکال کر بیان کرتا ہوں"۔

کتاب کا اختتام اس طرح ہوا ہے[1]

"حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان وہ شخص ہے کہ جس کی زبان سے اور ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ ہو۔ انسان کو لازم ہے اور لائق یوں ہے کہ اپنے تئیں لحاظ کر کے سب سے برا آپ کو جانے اور کسی کو برا نہ سمجھے اور کسی کا عیب تلاش نہ کرے پس بغیر تلاش اگر کسی کا عیب معلوم ہو جاتے ملائمت سے اوسے نصیحت کر دے لیکن فضیحت نہ کرے اور رسوا نہ کرے حق تعالیٰ نیک عمل کی توفیق دے"۔

ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو[2]

"اول پیغمبر حضرت آدم ہیں باپ سب آدمیوں کے۔ اون کے پیچھے اولاد سے اون کی اور بہت سے پیغمبر ہوئے گنتی اون کی خدا کو معلوم ہے۔ آخر سب سے پیچھے دنیا میں حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ اور پیغمبری حضرت پر ختم ہوئی پر نور حضرت کا سب سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ اسی واسطے حضرت سب پیغمبروں کے سردار ہیں، پیدا ہوئے ہیں مکہ شریف میں، جب چالیس برس کے ہوئے تب خدا کی طرف سے پیغمبری ملی۔ اور قرآن شریف اوترنا شروع ہوا۔ پھر تیرہ برس مکہ شریف میں اور رہے وہاں معراج ہوئی۔ حضرت جبرئیل براق لے کر آئے۔ حضرت کو سوار کر کے مسجد اقصٰی میں لے گئے عرش و کرسی سب کچھ دیکھا اور بہشت و دوزخ کی سیر کی اور اس رات میں بڑی بڑی نعمتیں خدا کی طرف سے پائیں اور پانچوں وقت کی نماز بھی وہاں فرض ہوئی۔ پھر جب حضرت ترپن برس کے ہوئے خدا کے حکم سے مکہ شریف سے مدینہ پاک میں آئے۔ دس برس وہاں رہے جب تریسٹھ برس کے ہوئے وفات پائی۔ چنانچہ قبر شریف حضرت کی وہاں بنی۔ چار کرسی حضرت کی یہ ہیں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف"۔

زبان و بیان | مضاف، مضاف الیہ سے پہلے استعمال کیا گیا ہے مثلاً

مسئلے دین کے ص ۲ روزے رمضان کے ص ۴ بندے خدا کے ص ۳ گنتی اون کی ص ۳

---

[1] راہ نجات۔ مطبع مصطفائی کانپور ۱۲۶۲ھ ص ۲۳ [2] راہ نجات ص ۴

کتابیں خدا کی صد۳ ــــ حکم خدا کے صد۳ ــــ باپ سب آدمیوں کے صد۳ ــــ رسول خدا کے صد۴

کہیں کہیں عربی زبان کے تتبع میں فعل پہلے پھر فاعل استعمال کیا ہے مثلاً

سمجھو تم اس بات کو صد۲ ــــ سنو تم پہلے کلمہ کے معنی صد۲ ــــ پیدا ہوئے مکہ شریف میں صد۳

چند الفاظ کا استعمال | دوستدار ۔ دوستدار اون کا بہشتی اور دشمن اون کا دوزخی ہے صد۴

سمیت ۔ تین کلی کریں مسواک سمیت صد۵ ــــ دوگانہ ۔ دوگانہ نفل پڑھے ثواب بہت پاوے صد۵

تلک ۔ جب تلک لہو نکلے صد ۶ ــــ جھڑ ۔ جھڑ ہو یا اندھیری رات صد۷ ــــ پھر کے (پھر سے) واجب ہے کہ پھر کے اوس نماز کو پڑھے صد۷، ۸ ــــ بنگا ۔ پاؤں آگے کر کے صف کو بنگا نہ کریں صد۱۰

بانواں ۔ بانواں پانوں بچھا کے اوس پر بیٹھیں صد۱۲ ــــ سلف، لاچاری ۔ جو کوئی کاروبار، سودے سلف کو نہ ہو ۔ لاچاری کو دن میں باہر جایا کرے صد ۱۷ ــــ باسن ۔ لال تاگے باسن پر باندھ کے مردوں کو فاتحہ دینی فاتحہ دینی بیہودہ بات ہے صد ۱۸ ــــ تغاری ۔ توا، تغاری، پکانے کے برتن اون میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے صد۱۹

برس دن ۔ برس دن اوس پر گذرے ۔ چالیسواں حصہ فرض جان کے خدا کی راہ میں دے صد ۱۹

رلی ملی ۔ اونٹ، گائیں بکریاں زیادہ رلی ملی ہوں صد۱۹

پڑیا، پڑوا ۔ پڑیا یا پڑوا برس دن سے زیادہ کی دو برس سے کم کی دیوے صد۱۹ ــــ پیسہ (رقم) زکوٰۃ کا پیسہ سیدوں کو نہ دے صد۲۰ ــــ محتاجگی ۔ سوال کرنا بغیر نہایت محتاجگی کے حرام ہے ۔ صد۲۰

پیچھے (بعد کو) پیچھے معلوم ہوا کہ رات نہ تھی صد۲۱ ــــ چنگا ۔ جو بیمار چنگا ہو کے مرا صد ۲۲

چند مصادر کا استعمال | نماز کرنا ۔ کہو تم اپنی اولاد کو نماز کریں جب سات برس کے ہوں ۔ صد۵، ۷

ناک جھاڑنا ۔ بائیں (ہاتھ) سے ناک جھاڑیں صد۵ ــــ نماز جانا ۔ نماز جاتی نہیں پر نہایت مکروہ ہوتی ہے صد۸

سلام دینا ۔ سجدہ سہو کا کرے سلام دے صد ۹ ــــ خو پکڑنا ۔ فاسق وہ ہے کہ گناہ کبیرہ جس نے کیا یا صغیرہ پر خو پکڑے صد۱ ــــ چگنا ۔ آدھے برس سے زیادہ جنگل میں چگا کریں صد۱۹ ــــ پہرنا (پہننا) کرتہ یا پاجامہ پہر کے ہنداوس کے نہ باندھے ۔ صد۱۴، ۱۸، ۲۰ ــــ روزہ رکھنا ۔ عورت حیض نفاس والی روزہ کھاوے صد ۲۲

بے نافیہ بطور سابقہ | بے ایمان ۔ مرد بے ایمان تھا صد۴ ــــ بے وسواس ۔ بے وسواس نماز قرآن پڑھا کرے صد ۶ ــــ بے خطرہ ۔ بے خطرہ نماز پڑھا کرے ــــ بے عیب ۔ قربانی فربہ بے عیب ذبح کرے ــــ بے قصد ۔ کلی کرتے ہوئے بے قصد حلق میں پانی اتر گیا ۔

بے اجازت ۔ کسی کے گھر میں بے اجازت چلا جانا (گناہ ہے) صد۲۳

اعجاز احمد خان سنگھانوی ایم اے
عربی، اسلامیات، تاریخ اسلام

حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ

حضرت مولانا کرامت علی کے والد کا نام ابوابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جاراللہ بن شیخ گل محمد بن شیخ محمد دائم ہے۔ اس طرح سلسلہ نسب ۳۴ واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

آپ کی پیدائش ۱۸ محرم الحرام ۱۲۱۵ھ کو محلہ ملا ٹولہ جونپور میں ہوئی۔ علوم متداولہ کی تکمیل اور خوش نویسی کا درس انہی سے لیا۔

علوم دینیہ مولانا قدرت اللہ سے، علم حدیث مولانا احمد اللہ انامی سے، معقولات مولانا احمد علی چڑیا کوٹی سے، علم تجوید و قرأت شیخ احمد اللہ بن دلیل اللہ انامی سے جو آپ کے علم حدیث کے بھی استاد تھے۔ تجوید و قرأت کی مزید تعلیم شیخ عمر بن عبدالرسول بن عبدالکریم المکی سے۔ اس کے بعد قاری سید ابراہیم مدنی سے۔ بعد ازاں قاری سید محمد اسکندرانی سے۔ علوم دینیہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ محمد اسمٰعیل شہید سے بھی استفادہ کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت سید احمد شہید بریلوی سے شرف بیعت حاصل ہوا۔

خوش نویسی میں حافظ عبدالغنی خوشنویس کے شاگرد تھے جن کو حافظ محمد علی خوش رقم سے تلمذ تھا۔ مولانا خوشنویسی میں ہفت قلم تھے۔ ایک چاول پر پوری ھو اللہ مع بسم اللہ کے لکھتے تھے اور آخر میں اپنا نام بھی لکھ دیا کرتے تھے جو نہایت خوشخط اور واضح ہوتے تھے۔ یہ فن آپ نے اپنے بھتیجے مولانا محمد حسن کو سکھایا اور انہوں نے اپنے فرزند مولانا ابوالحسین کو سکھایا۔

علوم دینیہ کی تحصیل کے ساتھ فن سپہ گری سیکھنے کا بھی شوق تھا۔ چنانچہ بانک، پٹہ، بنوٹ، گتکا، پھینک اور کشتی کا ہنر اکھاڑے میں جاکر بعد مغرب سیکھا کرتے۔ مولانا کے دشمنوں نے ایک دفعہ ایک دومنزلہ عمارت پر سے جاکر آپ کو ہلاک کرنا چاہا تو آپ اپنے کرتب کی مدد سے مجمع کو مبہوت بنا کر نکل آئے۔ دوسری بار دشمنوں نے ایک شخص کو پانچ سو روپے دے کر آپ کے قتل پر آمادہ کیا۔ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔

جب آپ جسمانی تربیت سے فارغ ہو گئے اور خود کو میدانِ جہاد کے لائق بنا لیا تو مرشد سید احمد بریلوی کے پاس جا کر سکھوں کے خلاف جہاد میں جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت سید احمد نے آپ کو مشورہ دیا کہ تم جہاد باللسان کرو جہاد بالسیف کے لئے اور بہت سے جانباز موجود ہیں۔ تبلیغ دین جہاد اکبر ہے۔ تمہاری زبان اور تمہارا قلم میری ہدایت کی ترجمانی کریں گے۔ غرضیکہ اس حکم کے بعد آپ واپس ہو گئے۔ بنگال۔ بہار، آسام۔ اڑیسہ۔ علاقہ اودھ میں اور خصوصاً نواکھالی میں اکیاون سال تک برابر اصلاحی کام انجام دیتے رہے۔ اس زمانے میں اس علاقے کی جو حالت تھی وہ انتہائی قابلِ افسوس تھی۔

اس زمانے میں دینی حالت حد درجہ بگڑ چکی تھی۔ لوگ صوم وصلوٰۃ کی پابندی سے آزاد ہو چکے تھے بلا درنگ خلاف شرع کام کرتے تھے۔ شادی بیاہ میں ہندوانہ رسوم ادا کرتے۔ ستر اور لباس کی پابندی کا لحاظ نہ تھا۔ اکثر لوگ لنگوٹی ہی میں بسر کرتے۔ ہندوانہ شکل وشباہت کے علاوہ نام بھی ہندوانہ تھے۔ بعض لوگ جمعہ کے منکر تھے۔ ظہر اور عصر کے لئے جب حضرت اذان دینا شروع کی تو اکثر مسلمان عوام تعجب سے کہنے لگے کہ صبح وشام کی اذان تو سنی ہے مگر یہ دن کی اذان تو نئی جدت ہے[1]۔

غرض اس صبر آزما ماحول میں آپ نے کام شروع کیا۔ جون پور کی جامع مسجد میں نماز موقوف ہو چکی تھی۔ عبادت کی بجائے کھیل تماشے کے لئے کلب کے طور پر استعمال ہونے لگی تھی۔ صحن میں مویشی باندھے جاتے تھے جن کا گوبر وہیں پڑا رہتا۔ حضرت مولانا کرامت علی صاحب نے جدوجہد کر کے جامع مسجد کو مویشیوں اور ان لوگوں سے پاک کیا اور اس میں نماز باجماعت کا انتظام کیا۔

منشی امام بخش رئیس جون پور نے حضرت کے ایماء سے اس مسجد میں مدرسہ حنفیہ قائم کیا۔ جس کے اخراجات کی کفالت کے لئے کافی بڑی جائداد وقف کر دی۔ اس مدرسہ میں اکابر علماء درس دیا کرتے تھے۔ یہاں تجوید و قرأت۔ تفسیر و حدیث کا درس دیا جاتا تھا پہلے مدرس مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی (والد ماجد مولانا عبد الحئی لکھنوی) مقرر ہوئے۔ حافظ احمد صاحب نے مولانا سے قرآن حفظ کیا۔ قرأت سیکھی اور کتب درسیہ پڑھیں۔ مولانا عبد الحئی مدرسہ حنفیہ میں رہ کر قرآن پاک حفظ کرتے رہے۔

جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں سید محمد اسکندرانی سے دو ڈھائی سال قرأت سبعہ سیکھتے رہے۔ ان سے سند حاصل کرنے کے بعد عربی کے ایک مختصر رسالے کا جو اس وقت بہت مقبول تھا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور سید محمد کے فرزند سید ابراہیم کو دکھایا۔ صاحب موصوف نے اس کا نام زینت القاری تجویز کیا۔

---

[1] سیرت مولانا کرامت علی جونپوری از مولانا عبد الباطن

کرامت علی صاحب نے اس رسالے کے ساتھ مزید مضامین بھی شریک کئے اور اس مزید مضمون کا نام "رسالہ معروف بہ مخارج الحروف" رکھا اس کے بعد آپ نے شرح جزری ہندی لکھی۔ جو بہت مقبول ہوئی۔ اور اب تک کئی بار چھپ چکی ہے۔ آپ نے شرح شاطبی بھی لکھی۔ کوکب دری کے نام سے آسان اردو میں لغات قرآنی کا ترجمہ کیا۔ ہندوستان واپس آنے کے بعد مولانا کرامت علی کی قرأت میں بہت شہرت ہوئی۔ خوش الحان تھے پرسوز آواز سے پڑھتے تھے جس سے سننے والوں پر اثر ہوتا۔ مصنف "تجلی نور" ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

" از علمائے ناموراں ویار و از مشاہیر واعظ ہندوستان بود۔ ذات با برکاتش سرمایہ ناز جونپور بود۔ قاری ہفت قرأت بودے۔ کلام مجید را بہ آواز خوش و بہ لحن پُر درد خواندے خامہ اش اصل اصول کلک خطاطان زمن و در خوشخطی نستعلیق و نسخ و طغرا دستگاہش حسن بود یک دانہ برنج قل ہو اللہ تمام نوشتے۔"

آپ نے ۱۲۹۰ھ میں رنگ پور میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہیں۔

مولانا کرامت علی نے چار بیویاں کیں۔ پہلی بیوی سے حافظ احمد علی۔ حافظ محمود علی کے علاوہ چھ لڑکیاں ہوئیں دوسری بیوی لا ولد رہیں۔ تیسری بیوی سے مولانا حامد علی پیدا ہوئے۔ چوتھی بیوی سے تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہوئے۔ **محمد عمر علی اور مولانا عبدالاول**

ان میں سے اکثر قاری وحافظ تھے۔

ملفوظات ۔۱۔ جب تک ہر مسلمان اپنے سارے مقدمات و معاملات شریعت محمدی کی طرف رجوع نہ کرے گا اور اس کے رسولؐ کو اپنے مقدموں میں اور معاملوں میں حکم نہ مقرر کرے گا اور جو فیصلہ شریعت میں نکلے گا اس کو دل کی خوشی سے قبول نہ کرے گا تب تک وہ شخص مومن نہ ہو گا۔

۲۔ جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ باطنی باتوں کی تعلیم کا بیان کتاب میں نہیں ہے سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے سو وہ غلط ہے کیونکہ جو بات کتاب میں نہیں ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور دین کی بات نہیں ہے۔

۳۔ نیک لوگوں کی صحبت کام سے بہتر ہے اور بد لوگوں کی صحبت بد کام سے بدتر ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی عادت یوں ہی جاری ہے کہ اپنے بندوں کو مرشد کے ذریعہ ہدایت کرتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے اسے مرشد نہیں ملتا۔ ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا۔

۵۔ طریقت آدمی کے نفس کے تزکیہ اور نفس کے فساد کی اصلاح کے واسطے ہوتی ہے اور نفس کا فساد ہر ملک و ہر زمانہ میں بدلا کرتا ہے۔ اسی واسطے طریقے بھی اس وقت کے لوگوں کے نفس کے فساد کی اصلاح کے

مناسب کرتے ہیں۔

۶۔ اس خاکسار نے خوب تجربہ کر لیا ہے کہ جب آدمی فضول کام میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کی سابقہ پرہیزگاری بھی جاتی رہتی ہے۔ سو آدمی سے فضول کام ہو جائے تو فی الفور توبہ کرے اور پھر اس فضول کام کے پاس نہ جائے۔

۷۔ بندی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے واسطے قرآن کی تلاوت کا کچھ حصہ دن رات کے سارے وقتوں میں سے ایک وقت قرآن کی تلاوت کے لئے مقرر کر لے۔

۸۔ یہ خاکسار کہتا ہے اب شریعت محمدیؐ نے ہم کو ساری شریعتوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ کیا چیز ہے جو شریعت محمدی میں نہیں ہے یہاں تک کہ توریت کے پڑھنے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے۔ تو مشرکوں اور جوگیوں کے طریقے کے مطابق عمل کرنے یا نجوم کے مطابق عمل کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب میں کس قدر گرفتار ہوں گے۔

۹۔ جو کوئی نماز نہ پڑھے گا وہ شخص کتنی ہی عبادت و نیکی، خیرات و عمل صالح کرے مگر اس کا نفس نہ بنے گا۔ اور یہ بات بھی بدیہی ہے کہ اپنے نفس کی خرابی کسی کو پسند نہیں تو اسی صورت میں بے نمازی رہنا کب کسی کو پسند آئے گا۔

کتابیات۔ ۱۔ تجلی نور: تذکرہ مشاہیر جونپور از سید نور الدین۔ ۲۔ تذکرہ علماء ہند فارسی۔ ۳۔ تذکرہ علماء ہند اردو ترجمہ۔ ۴۔ سیرت مولانا کرامت علی جونپوری از مولانا عبد الباطن۔

الاستاذ رضاء الحق مروانی
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

مرثیہ مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم

نعی الناعی بان فات البسول فقلت تاسفًا ما ذا تقول

موت کی خبر دینے والے نے یہ خبر دی کہ بہت بڑے بہادر انتقال فرما گئے۔ میں نے ازراہ تاسف کہا کہ کیا کہہ رہے ہو ؟

فقال نعم فان الموت حق فقلت توجعًا بقی الغلیل

اس نے کہا ہاں ایسا ہی ہوا کیونکہ موت حق ہے۔ میں نے درد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تو ہماری پیاس باقی ہے

و بعد تفکر حاورت نفسی بان الموت حتم لا یُقیل

تھوڑی دیر سوچنے کے بعد میں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا کہ واقعی موت ضرور آتی ہے کسی کو معاف نہیں کرتی

و نمضی نحو اجداث سراعًا ولم نبطأ اذا وجب الرحیل

ہم بھی جلد از جلد اپنی قبروں کی طرف چلیں گے۔ اور جب رحلت کرنا ضروری ہو جائے تو پھر کسی قسم کی دیر نہیں کریں گے

اکابرنا فنوا من دار دنیا فاکثرھم مضوا بقی القلیل

ہمارے اکابر اس دار فانی سے فنا ہو گئے اکثر چلے گئے تھوڑے باقی ہیں

فمولانا ظفر احمد ' رسول خان و ادریس مضی ھذا القبیل

مولانا ظفر احمد مولانا رسول خان مولانا ادریس کاندھلوی یہ پورا قبیلہ رحلت کر چکا ہے

مضٰی مفتی شفیعٌ واحتشامٌ کذالک یوسف الدھر النبیل

مفتی محمد شفیع مولانا احتشام الحق تھانوی سفر آخرت کر چکے ہیں۔ اسی طرح زمانے کے مولانا محمد یوسف بنوری جو شرافت کے پیکر تھے تشریف لے جا چکے ہیں۔

ترحل بعدھم محمود عصر حمید بارع ندس جلیل

ان کے بعد محمود زمانہ مولانا مفتی محمود سفر آخرت کر چکے ہیں جو ستودہ صفات علم میں کامل ذہین اور جلیل القدر تھے۔

مضی المولیٰ غلام الغوث منّا　　الی جدث فلیس له قفول

مولانا غلام غوثؒ بھی جدا ہوکر سوئے قبر چلے　　اب ان کی واپسی ناممکن ہے

الم یعقم بمثلهم عصور　　بلیٰ ان الزمان بهم بخیل

کیا زمانے ان کی مثل پیدا کرنے میں بانجھ نہیں ہوتے　　ہاں بیشک زمانہ ان کی مثل پیدا کرنے میں بخیل ہے

فموضوع الیراع هو المراثی　　فهل للمغبطات لنا سبیل

بندہ کے قلم کی قسمت میں مرثیوں کا موضوع ہے۔ کیا کبھی خوش کن اور مفرح خبروں کی طرف بھی کوئی سبیل نکل آئے گی ؟

و نکتب قصة الاحزان دومًا　　فبحر الحزن موّاج یسیل

ہم ہمیشہ غموں کی داستان لکھتے رہتے ہیں　　دریائے غم بہتا ہوا موجزن ہے

فلم نسمع باعلام مسرٍّ　　قلوب الناس فی حزن ثقیل

کبھی ہم نے خوشی کا اعلان نہیں سنا　　لوگوں کے دل ایک ثقیل اور بھاری غم میں مبتلا ہیں

فذی الدنیا مناخ للفراق　　یفارق کل ذی ودّ خلیل

یہ دنیا فراق کی نشست گاہ ہے　　جس میں ہر دوست کو داغ مفارقت سے نوازتا ہے

دموع ذارفات هامعات　　خطوب فی ملمّات تصول

آنسو ہیں جو تیزی سے بہنے والے ہیں　　حوادث در حوادث حملہ آور ہو رہے ہیں

فصار الناس ایتامًا جمیعًا　　لهم فی کل زاویة عویل

سب لوگ یتیم ہو گئے ہر گوشے میں　　ان کی آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں

ولیٌّ من اعاظم اولیاء　　له الاعمال ذکرها یطول

اکابر اولیاء اللہ میں سے ایک ولی تھے　　ان کے کارناموں کا ذکر بہت طویل ہے

غلام الغوث بل غوث البرایا　　متین راسخ فیما یقول

مولانا غلام غوث کیا بلکہ مخلوق کے فریادرس تھے　　جو مضبوط اور اپنے قول میں راسخ تھے

و افنیٰ عمره فی نشر دین　　وعند الله فی ذاک القبول

دین کی نشر و اشاعت میں اپنی عمر کھپا دی　　یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی علامت ہے

و ناضل دافعًا اعداء صحب　　کأنّ الغوث صمصام صقیل

دشمنانِ صحابہ کو دفع کرکے ان پر خوب تیر برسائے۔ گویا کہ غلام غوث صیقل شدہ تیغ بے نیام تھے۔

له في كل ميدان بقايا — وما اسلفته منها ضئيل

ہر میدان میں ان کے کارنامے ہیں، جو — میں نے بیان کئے وہ تو مشتے نمونہ خروار ہیں

وحيداً في السياسة كان فرداً — اماماً ما يكون له مثيل

سیاست میں منفرد و یگانہ روزگار تھے — سیاست کے ایسے امام تھے جن کی نظیر نہیں ملتی

تهاجم فتنة الخاكسار قبل — غلام الغوث والله المزيل

جب خاکساروں کا فتنہ اچانک حملہ آور ہوا، تو غلام غوثؒ نے بخدا اس کو مٹا کر نیست و نابود کر دیا۔

عداوته لاهل الزيغ دامت — وبغض في الاله فلا يزول

اہل باطل کے ساتھ ان کی دشمنی ناقابل اختتام تھی — یہ بغض فی اللہ کبھی زائل نہیں ہوا

وجاهد دائماً في بث حق — وقائع عيشه فاذكر دليل

ہمیشہ حق کی نشر واشاعت میں جہاد کیا، ان کی زندگی کے واقعات اس کا بین ثبوت ہیں۔ حافظہ پر زور دے کر یاد فرما سکتے

عن الاسلام دافع كل حين — كان الشيخ للحق الوكيل

ہر وقت اسلام سے دفاع کیا گویا — کہ شیخ حق کے وکیل صفائی تھے

فليس له بباكستان كفو — وما في المشرقين له عديل

پاکستان میں کوئی ان کا ہمسر نہیں تھا، بلکہ مشرق و مغرب میں کوئی ان کا برابری کرنے والا نہیں تھا

وزحزح صولة الكاديان عنا — له في ذالك السعي الطويل

قادیانیوں کے حملہ دفاع کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا۔ اس سلسلہ میں ان کی طویل جد وجہد ہے

له من كل ناحية مزايا — وحذق ليس يدركه عقول

مرحوم کے ہر طرح فضائل و کمالات ہیں۔ مرحوم ایسی ذہانت کے مالک تھے جس تک عقلوں کی رسائی نہیں ہوتی

شهير قطب دائرة همام — لسان الصدق ليس له بديل

مشہور تھے علماء کے دائرہ میں قطب کی حیثیت رکھتے تھے سچائی کی زبان عظیم الشان بے بدل انسان تھے

وفي الحفلات فاروق شجاع — وفي الخلوات بكاء ذلول

جلسوں میں بہادر اور حق کو باطل سے جدا کرنے والے تھے، اور خلوتوں میں بہت رونے والے متواضع تھے

فصدع قلبه بذهاب دين — فلا نوم و ليس له مقيل

دین کے زوال واضمحلال سے ان کے دل کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا۔ جس سے ان کی رات کی نیند اور دن کا قیلولہ حرام ہو چکا تھا۔

وصار الشیخ معتقلاً مرارا و محبوسًا تقیّدہ الکبول

کئی دفعہ شیخ نے نظر بندی کے مراحل طے کئے نیز پابند سلاسل ہوکر قید ہوتے

حکیم محکمٌ علمًا و رأیا کنصل الهند لیس له فلول

حکیم تھے اور علم اور تدبیر میں بہت پختہ تھے، ایسی ہندی تلوار کی مانند تھے جس میں دندانے نہ پڑے ہوں

وقادر بمصر یدفع عن شریعه خطیبا حین کان به نزول

شریعت مطہرہ کی حمایت کے لئے مملکت مصر میں تیار ہو کر تقریر کی جب مصر میں اقامت پذیر تھے

فان نیلا توافوه بمصر ففی امصارنا للعلم نیل

اگر مصر والوں کو مصر میں دریائے نیل ملا ہے تو کوئی پرواہ نہیں کیونکہ ہمارے پاس علم کا دریائے نیل تھا۔ غلام غوث مراد ہیں

وسیع الاطلاع بکل فنّ فطینًا لاینا فسه زمیل

ہر فن میں وسیع معلومات رکھنے والے تھے ذہین و فطین تھے ساتھیوں میں ان کا ہمسر نہیں تھا

زعیمًا ناضجًا لیثا غیورا خطیبًا لا یُملّ ولا یمیل

پختہ تجربہ کار لیڈر بہادر غیرت مند تھے، ایسے خطیب تھے جو نہ ملال میں ڈالتے تھے اور نہ اپنی بات سے مائل ہوتے تھے

یساوی امة بل فوق هذی لسانی عن مدائحه کلیل

پوری جماعت کے برابر تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری زبان ان کی تعریف سے کند اور گنگ ہے

تلألأ وجهه بعد الوفات یسر بجنّة فیها الدخول

وفات کے بعد ان کا چہرہ انور چمک اٹھا۔ گویا جس جنت میں ان کو داخل ہونا تھا اس پہ خوش ہو رہے تھے

وطودًا کان غیّبه التراب فکیف الی اللقاء لنا وصول

ایک کوہ گراں تھے جن کو قبر کی مٹی نے پوشیدہ کر دیا۔ اب ان کی ملاقات سے باریابی کیسے حاصل ہوگی؟

وشابٌ حین کان الشعر بیضًا وحین الحین واقترب الافول

انہوں نے سفید ریشی اور بڑھاپے کے زمانہ میں جوانی کی بہار دکھائی جب کہ ہلاکت قریب تھی اور نیرّ تاباں غروب ہونے پر تھا

فیا الله ادخله جنانًا فانت الراحم و انا السؤل

اے اللہ رب العزت ان کو جنات نصیب فرما تو رحم کرنے والا ہے اور میں سائل بے نوا ہوں

و برّد قبره ما دامت الشمس فی سوق السموٰت تجول

ان کی قبر کو ٹھنڈی اور پرسکون بنا جب تک آفتاب آسمانوں کے بازاروں میں چکر لگاتا رہے (یعنی تا قیامت)

و نصبر فی الکوارث والدواهی جزاء الصبر موفور جزیل

ہم غم انگیز معاملات اور مصیبتوں میں صبر کرتے ہیں اس لئے کہ صبر کا بدلہ وافر و بے پناہ ہوتا ہے

فقلبی فی رضاء الحق راض و صبری دائمًا صبر جمیل

میرا دل ان واقعات پر راضی ہے جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہیں۔ اور میرا صبر ہمیشہ ایسا ہوتا ہے جس میں مخلوق سے شکوہ شکایت نہیں ہوتی۔
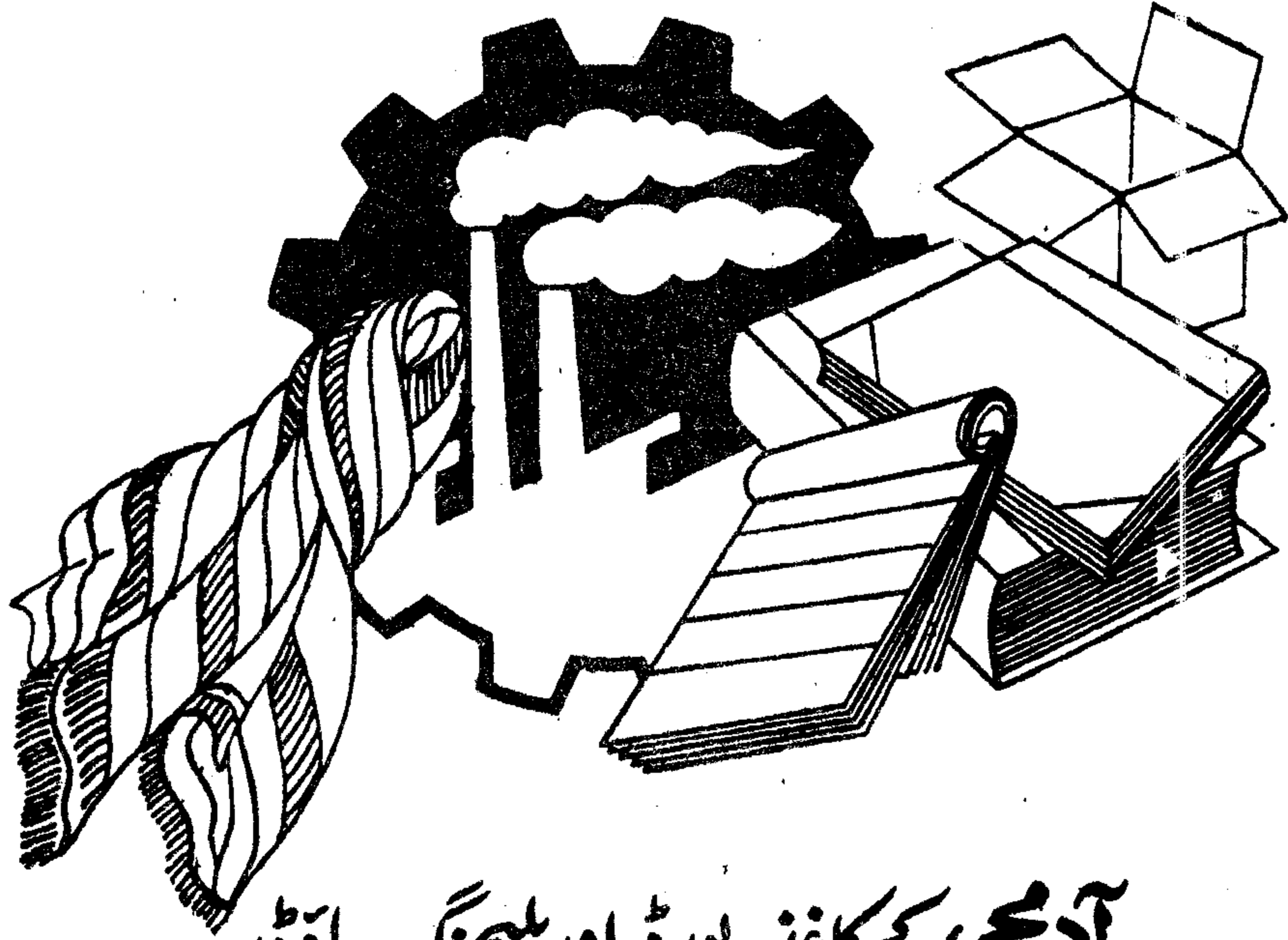
آپکو بہترین معیار کی جستجو ہے تو آپکا موزوں ترین انتخاب "بے مثال لِنن اور انمول پاپلین"

"بے مثال" لِنن اور "انمول" پاپلین "دیدہ زیب" دیرپا، اعلیٰ معیار اور نفاست میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں۔

- پولی ایسٹر اور ریان سے تیار شدہ
- سکڑنے سے محفوظ (Evaset)
- مرسرائزڈ، آب و تاب
- شکنوں سے مبرا
- واش اینڈ ویئر (دھلائی آسان، استری سے بے نیاز)
- دیرپا فنش
- ہر گز پر تیار کنندگان کی مہر

آپکے ذوق کیلئے آپ کی زیبائش کیلئے

محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

فیلے ہاؤس آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی۔

فون: ۲۳۱۵۲۳ - ۲۳۳۱۵۸ - ۲۳۹۹۷۶

ڈاکٹر وحید الرحمٰن شاہ صاحب
صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج پشاور

ایک فقہی مخطوطہ

لطائف الحواشی (عربی قلمی)

حافظ محمد ہشت نگری قدس سرہٗ

بارہویں صدی ہجری کے مشہور عالم و فاضل اور روحانی پیشوا حضرت مولانا حافظ محمد ابن مولانا دور خان سڑبنی علاقہ ہشت نگر (چارسدہ) پشاور کے موضع کلہ ڈھیر متصل عمر زئی میں تقریباً ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۷۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ خاندانی لحاظ سے آپ بنی اسرائیل سڑبنی کی شاخ محمد زئی (پٹھان) سے تعلق رکھتے تھے۔ اور حافظ جی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔[۱]

حافظ صاحب سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں حافظ اخوند محمد صدیق المعروف بنبونڑی صاحب بنیر (متوفی ۱۱۹۸ھ ۸۴-۱۷۸۳ء) کے مرید و خلیفہ تھے۔ علاوہ ازیں آپ کو مرشد نے سلاسل چشتیہ، صابریہ، نظامیہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ، شطاریہ اور قلندریہ میں بھی مجاز طریقت فرما کر سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ اور یاد الٰہی کی تعلیم دینے کے لئے حکم صادر فرمایا۔ آپ نے کلہ ڈھیر متصل عمر زئی میں خانقاہ قائم فرمائی۔ جہاں تصوف و سلوک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظ و ناظرہ قرآن مجید اور درس قرآن و حدیث دیا کرتے تھے۔ آپ کو تجوید پر بڑا عبور تھا اور علم فقہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ۶ اربیع الثانی ۱۲۰۶ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۷۹۱ء میں فوت ہوئے۔ مزار موضع کلہ ڈھیر عمر زئی چارسدہ میں مرجع خاص و عام ہے۔[۲]

حافظ جی صاحب کی وساطت سے صوبہ سرحد اور افغانستان میں سلسلہ قادریہ کے عظیم الشان فیوض و برکات

۱۔ تواریخ حافظ رحمت خانی اشاعت سوم۔ روشن خان ص ۳۴۵ (ب) احوال العارفین مولفہ حافظ غلام ص ۷۷

۲۔ مراۃ الاولیاء (قلمی) حافظ محمد شعیب تور ڈھیری ص ۶۸ (ب) احوال العارفین ص ۸۷ (ج) تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ج ۲ سید محمد امیر شاہ قادری پشاوری ص ۲۶۷، ۲۶۸ (د) تیرہویں شاعران عبدالحلیم اثر ص ۹۰-۹۶

پھیل چکے ہیں۔ آپ کے بے شمار خلفا گذرے ہیں جن میں نامور خلیفہ حافظ محمد شعیب تورڈھیری صاحب (۱۲۴۸ھ ۔ ۱۸۳۲ء) تھے۔ پھر تورڈھیری صاحب کے نامور خلیفہ اخوند عبدالغفور المعروف سوات باباجی صاحب (متوفی ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۷ء) تھے[1]

زیر نظر کتاب کے علاوہ حافظ جی صاحب نے علم فقہ کی مشہور کتاب مختلص الحقائق شرح کنز الدقائق کے اشعار کی شرح اور مختلف پشتو رباعیات لکھی ہیں۔ یہ شرح بمعہ حاشیہ مولانا عین اللہ لمغانی نے طبع کرائی ہے۔ علاوہ ازیں نون قطنی کے اثبات میں دو رسائل بھی تحریر فرمائے جو اب نایاب ہیں۔

زیر نگاہ کتاب لطائف الحواشی شرح حاشیہ خطبہ چلپی المولی یوسف بن جنید المعروف اخی چلپی (المتوفی ۸۸۶ھ ۔ ۱۴۸۱ء) اور شرح وقایہ الصدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود (المتوفی ۷۴۷ھ ۱۳۴۶ء)[2] جو حافظ اخوند محمد صدیق بشونٹری صاحب (م ۱۱۹۰ھ ۔ ۱۷۸۴ء) کے مرید و خلیفہ اور حافظ جی صاحب عمرزئی (۱۲۰۶ھ ۱۷۹۱ء) کے پیر بھائی مولانا محمد مرتضیٰ مرحوم کے خاندان کے میاں بادشاہ صاحب ساکن بام خیل صوابی (مردان) کا مملوکہ ہے۔ یہ مخطوطہ ۹ × ۷ ، انچ کے سائز کے ۹۴۔ اوراق ۱۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر ۱۸ سطور ہیں۔ تاریخ کتابت اور کاتب کا نام نہیں ہے۔

آغاز کتاب بعد تسمیہ کے مندرجہ ذیل ہے[3]

نصمدك اللهم لا اله الا انت وحدك لا شريك لك اليك المصير و قولك يحق الحق ويبطل الباطل وانت اللطيف الخبير ۔۔۔

یہ کتاب خطبہ چلپی اور شرح وقایہ کے مشکل و مدقق مقامات کا حل ہے۔ اور دونوں کی عبارتوں پر بقدر ضرورت علمی تحقیق ہے۔ دیباچہ میں مؤلف سبب تالیف کے متعلق لکھتے ہیں[4]

"اما بعد فيقول العبد المشتاق الى رضا ربه حافظ محمد بن ملاد ورنهان غفر الله له ولوالديه واحسن اليهما واليه اردت ان اكتب شرحا على خطبة الچلپي وشرح الوقاية بقدر الوسع والطاقة موسوما بلطائف الحواشي مجموعا فيه دقائق الشروح والحواشي والله الملهم لصواب واليه المرجع والمآب"

---

[1] (الف) مراۃ الاولیاء، ص ۶۸ (ب) تواریخ حافظ رحمت خانی ص ۳۰۳۔ ۴۰۴، (ج) روحانی رابطہ، عبدالحلیم اثر ص ۹۲ تا ۹۶، (د) تذکرہ علماء ومشائخ سرحد جلد دوم ص ۲۶۷، ۲۶۸ (ر) اخون صاحب سوات نصر اللہ خان نصیر ص ۵ تا ۸ (ک) تیرہ پیر شاعران عبدالحلیم اثر ۹۱۔ ۹۶ (گ) اردو دائرہ معارف زیر اہتمام دانشگاہ پنجاب جلد ۹ ص ۳۳۶ [2] لباب المعارف العلمیہ فی ۔۔۔ مولانا عبدالرحیم ص ۱۰۱ تا ۱۰۴ [3] لطائف الحواشی قلمی عربی ص ۱ [4] ایضاً

حاشیہ خطبہ چلپی میں حافظ جی صاحب نے ہر لفظ کی لغوی تحقیق کی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس لفظ کی اصطلاحی اور عرفی تعریف بھی پیش کی ہے۔ لغت کی تحقیق میں امام راغب ابو القاسم الحسین الاصفہانی (المتوفی ۵۰۲ھ ۱۱۰۸ء) کی کتب لغت اور مولے شمس الدین محمد خراسانی قہستانی (المتوفی ۹۶۲ھ ۱۵۵۵ء) کی جامع الرموز وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

لغوی تحقیق میں جگہ جگہ بطور استشہاد کے بعض آیات قرآنی بھی پیش کی ہیں۔ اور ان آیات کی تفسیر عبداللہ بن عمر البیضاوی (المتوفی ۶۸۵ھ ۱۲۸۶ء) کی تفسیر بیضاوی سے نقل کی ہے۔ علاوہ ازیں صرفی۔ نحوی تحقیق اور تقدیر مقدرات مفرد کی جمع اور جمع کی مفرد بھی روان پیش کی ہے۔

حاشیہ شرح وقایہ میں فاضل مصنف نے بعض عبارتوں پر محققانہ انداز میں قلم اٹھایا ہے۔ اس حاشیہ میں آپ نے رضی الدین ابو العلا محمد سرخسی (م ۶۷۱ھ ۱۲۶۳ء) کی محیط۔ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی (م ۹۴۳ھ۔ ۱۵۳۶ء) کا حاشیہ العصامیہ اور محمد علاؤ الدین حصکفی (م ۱۰۸۸ھ ۱۶۷۷ء) کی در مختار سے استفادہ کیا ہے۔[1]

زیر نظر مخطوطہ میں مصنف نے مختلف علوم سے تعرض کیا ہے۔ مثلاً علم البیان۔ علم ریاضی والہیئۃ۔ علم الصرف۔ علم النحو علم الاصول۔ اشتقاق علم منطق وغیرہ اور ان سے بقدر ضرورت استفادہ بھی کیا ہے۔ مثلاً ص ۴ پر التفات کی تعریف میں بہت آگے نکل گئے ہیں جو علم المعان کی اصطلاح ہے۔ لکھتے ہیں :۔

والالتفات عند علماء المعانی ان یعبر عن شیٔ باحد الطرق الثلث وھی الخطاب والغیبۃ والتکلم ثم یعبر عن ذٰلک الشیٔ بطریقۃ اخرٰی منھا بشرط ان یکون التعبیر الثانی علی خلاف مقتضی المقام کما عبر فی سورۃ الفاتحۃ عنہ تعالٰی بلفظ الغیبۃ وھو اللہ والرب والمالک ثم عبد عنہ تعالٰی بلفظ الخطاب فی قولہ تعالٰی ایاک نعبد وایاک نستعین فانقلت یفھم من قولہ کتبت واتخذت ان ھذہ الخطبۃ الحاقیۃ بعد اتمام ھذا الشرح ومن قولہ فافتح فی ھذا لشرح معلقاتہ ایضاً انشاء اللہ تعالٰی ان ھٰذہ الخطبۃ الحاقیۃ ابتدائیہ ومن قولہ فشرعت فی اسعاف مرامہ فتوفاہ اللہ تعالٰی قبل اتمامہ ینھم ایضاً ان ھذاہ الحاقیۃ لانہ ینھم منہ ان الخطبۃ

---

[1] (ا) فہرست مخطوطات پنجاب یونیورسٹی جلد اول از قاضی عبد النبی کوکب ص ۱۸۱ (ب) لباب المعارف العلمیہ حصہ اول مولانا عبد الرحیم ص ۶، ۹۱، ۹۵، ۲۵۴، ۲۵۸۔

بعد الوفات والاتمام ففی هذه العبارة تعارض قلنا یمکن ان یجاب عنه بان الخطبة ابتدائیه بان یکون معنی قوله فکتبت فاردت ان اکتب ویکون المراد من الشروع فی قوله فشرعت فی اسعاف مرامه الشروع فی الخطبة ویحتمل ان یکون موت ولده حین الشروع فی الخطبة کما ینهم من الفاء فی قوله فتوفاه الله تعالی فحکی عن موته ودعا له هذا ما تیسر لنا فی هذا المقام والله اعلم

اس حاشیہ میں بعض ایسے فوائد بھی ہیں جن سے مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۶ء)[1] کی مشہور حاشیہ عمدۃ الرعایہ بھی خالی ہے۔ مثلاً ابتدا میں لفظ طلقاً طلقاً آیا ہے۔ تو مصنف نے اس کی وضاحت میں جو تین استعارے بیان کئے ہیں وہ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کے حاشیہ میں نہیں ملتے۔

زیر نظر کتاب کے صفحہ ۲ پر ہے۔

وکنت اجری ای اسیر فی میدان حفظه طلقاً طلقاً ای شوطاً شوطاً شبه حفظ الوقایة بالمقصود فی الارض فی ان الوصول الی کل واحد منهما بدرجته درجة ثم حذف المشبه به وآلة التشبیه ووجه ذکر المشبه فهذا استعارة بالکنایة واثبات المیدان اللازم لمقصود الارض للحفظ استعارة تخییلیة واثبات الجری المناسب لمقصود الارض للحفظ ترشیحیة۔

مذکورہ عبارت میں شارح نے حفظ وقایہ کو مقصود (مسائل فقہ) سے تشبیہ دی۔ کیونکہ ان میں سے (مقصود میدان) سے ہر ایک تک رسائی تدریجاً ہوتی ہے۔ مشبہ بہ اور آلۃ التشبیہ کو حذف کر کے صرف مشبہ کا ذکر کیا۔ جو استعارہ بالکنایہ ہے اور حفظ مقصود کے لئے جس میدان کا اثبات لازم ہے۔ اس کو استعارہ تخیلیہ کہتے ہیں اور میدان مقصود کے لئے لفظ جری کی مناسبت کے ثبوت کو استعارہ ترشیحیہ کہتے ہیں۔

اس متن کی شرح مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے شرح وقایہ مع حاشیہ عمدۃ الرعایہ جلد اول میں صفحہ ۴۸ پر مندرجہ ذیل میں لکھی ہے:۔

وکنت اجری فی میدان حفظه طلقاً طلقاً۔ قوله طلقاً طلقاً هو بفتحتین یقال للشوط وهو مقدار جری الفرس وغیره الی غایة مامرة ومنه طاف بالکعبه

---

[1] تذکرہ علمائے ہند از مولوی علی رحمان ص ۲۸۸

سبعۃ اشواط سعی بین الصفا والمروہ سبعۃ اشواط وعدی الفرس طلقا و
طلقتین والفرس انہ کان یحفظ مقدار مایولفہ ولیس بسین ہ

حافظ جی صاحب (متوفی ۱۳۰۶ھ / ۱۸۹۱ء) سے قبل مولانا عنایت اللہ قادری قصوری (متوفی ۱۱۴۱ھ
۹-۱۷۲۸ء) نے شرح وقایہ کا حاشیہ "غایۃ الحواشی" لکھا جس میں آپ نے اس کثرت سے فقہی مسائل
ومباحث کی تفصیل وتوضیح کی ہے کہ بقول مولانا عبدالحئی لکھنوی ایک فقہی دائرۃ المعارف معلوم ہوتا ہے
لیکن غایۃ الحواشی میں وہ محاسن اور علمی خوبیاں نہیں ہیں جو خوبیاں زیر نظر کتاب میں بوجہ مختلف علوم و
فنون کے پائی جاتی ہیں۔

شرح وقایہ کی عبارت پر جو سوالات وارد ہوتے ہیں۔ ان کا مکمل جواب دیا ہے۔ اور جہاں جواب ہو اور
سوال نہ ہو تو سوال کا ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں سخت ترین عبارتوں کی آپ نے بہت اچھے اور محققانہ انداز میں
وضاحت کی ہے۔

یہ حاشیہ علمی میدان میں بہت کارآمد ہے البتہ اس میں صرف اس قدر کمی ہے کہ مصنف نے محققانہ بحث
تو کی ہے لیکن محدثانہ بحث سے اجتناب کیا ہے۔ باوجود اس کے علماء و طلباء دونوں طبقوں کے لئے مفید ہے
اس کا دوسرا نسخہ کہیں نہیں ملا۔ یہ حفاظت و اشاعت کا مستحق ہے اور صوبہ سرحد کی اسلامی فقہی ادب میں ایک
بیش بہا علمی ذخیرہ ہے۔

بقیہ از جہاد اور اسلام صہ۳۱

لوگ کام کرتے ہیں وہ بھی جہاد ہے بشرطیکہ اس میں یہ نیت ہو۔ کہ یہ جہاد کے کام میں استعمال ہو گی۔ اس طرح کپڑے
کے کارخانے میں کام کرنے والے یہ کپڑے مجاہدین کے کام آئیں گے۔ یہ بھی جہاد ہے۔ اسی طرح کاشتکار جب غلے
کی کاشت کرتا ہے تو وہ اگر یہ نیت کرے کہ یہ مجاہدین کھائیں گے تو یہ بھی جہاد ہے اس لئے کہ بغیر کھائے پیئے
جہاد نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہسپتال میں زخمیوں اور بیماروں کا علاج اور خدمت گذاری بھی جہاد ہے اور بایں
اور ریل گاڑی اور دیگر ذرائع آمد ورفت وغیرہ میں کام کرنے والے بھی مجاہدین کی صف میں شامل ہیں۔ جب ان
کی نیت یہ ہو کہ اس میں مجاہدین کو رسد اور کمک پہنچائی جائے گی۔

اسلام میں جہاد کا دائرہ بہت وسیع ہے اور جہاد کے موقعہ میں حکومت کی فوج، پولیس صنعتی زرعی مواصلاتی
اعلامی، نشریاتی تمام محکمہ جات جہاد کے زمرہ میں داخل ہیں۔
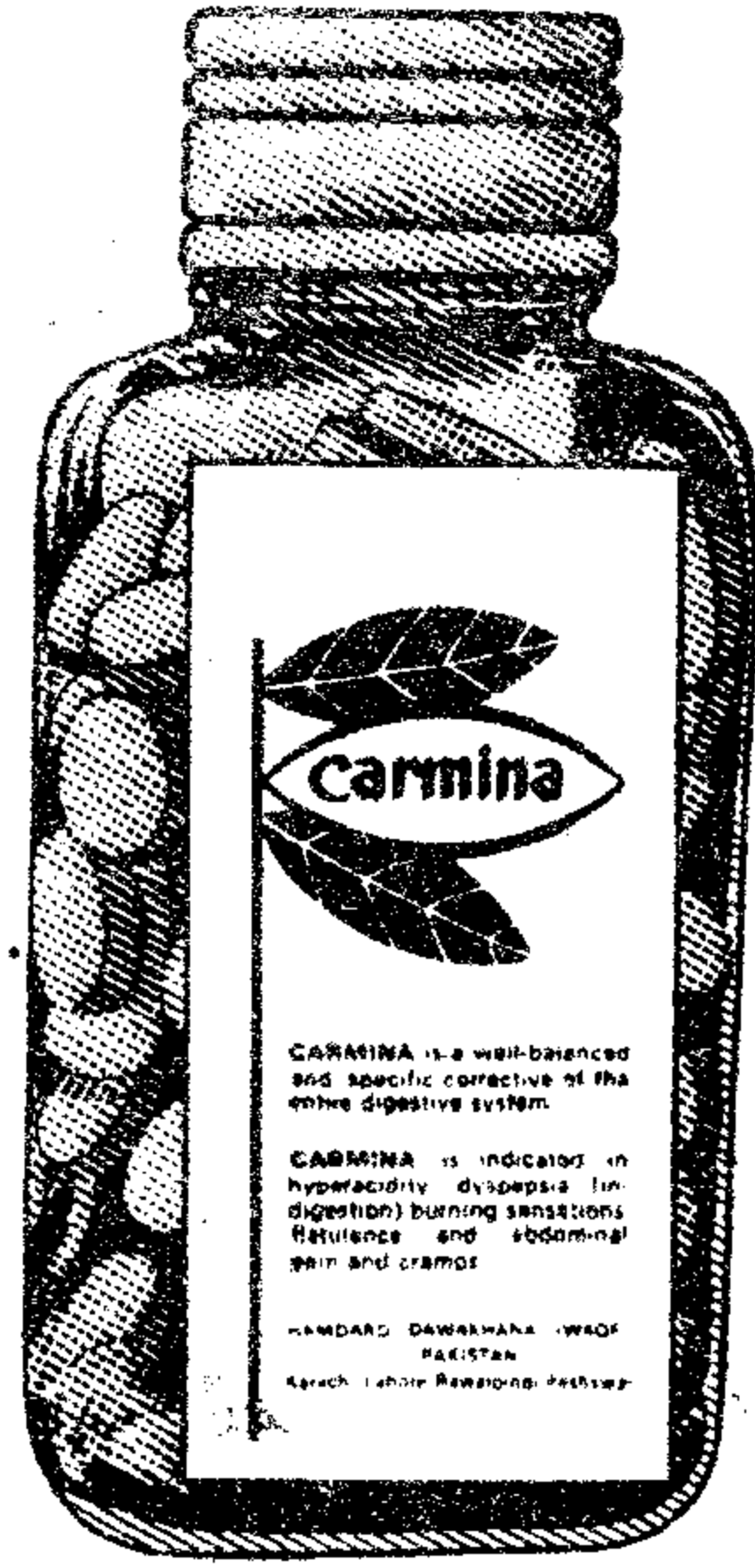
Adarts CAR-1/81

اوابِ اخلاق وقت ایسی زمین ہے جس میں محنت کے بغیر کچھ نہیں پیدا ہوتا!

تبصرہ کتب

(ادارہ)
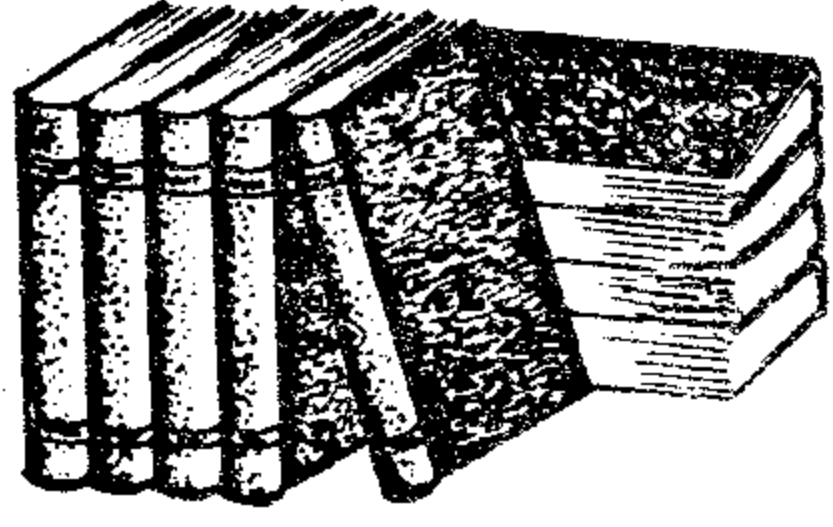
کتاب۔ یہودیت اور مسیحیت ــــــ مؤلف۔ ڈاکٹر احسان الحق رانا۔ ایم ایس سی۔ (آنرز) پی ایچ ڈی (پنجاب) ایم ایس (کولمبیا)

صفحات۔ بڑا سائز ــــ ۱۸ × ۲۲ / ۸ ــــ ۴۰۰ صفحات ــــ قیمت چالیس روپے

ناشر۔ مسلم اکادمی ۱۸/۲۹ محمد نگر۔ لاہور ۔ ۵

چار صد صفحات کی اس ضخیم کتاب میں یہودیت اور مسیحیت پر ہر پہلو اور ہر گوشہ سے بحث کی گئی ہے۔ کمال یہ ہے کہ مصنف نے چند تمہیدی کلمات اور تجزیہ کے چند فقروں کے سوا اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ اس کتاب میں بائبل مقدس اور مستند مسیحی کتب سے پانچ صد سے زیادہ اقتباسات پورے حوالوں کے ساتھ موجود ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب یہودیت اور مسیحیت پر، ان کے عقائد اور تاریخ پر ایک دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے۔

کتاب کی جامعیت کا اندازہ اس کے ابواب کی اس مختصر فہرست سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ بائبل کی کتابیں۔ ترتیب وتدوین۔ آسمانی کتب۔ عہد عتیق کی کتب کا جائزہ۔ تاریخ بنی اسرائیل۔ بائبل میں مذکورہ نسب نامے اور ان کا سائنٹیفک تجزیہ۔ اسرائیل کی حکومت۔ یہوداہ کے تاریخ کے مختلف ادوار۔ حضرت مسیح کا حسب ونسب۔ مصلوبیت مسیح۔ عقیدہ ابن اللہ۔ تثلیث اور کفارہ، خصوصاً بائبل کے تضادات اور تحریفات ــــ متعدد گوشوارے اور خاکے ان کے علاوہ ہیں۔

مؤلف نے اس کتاب کا مسودہ، اہل کتاب کے مذاہب کی حقیقت کے عنوان سے مرتب کیا۔ جسے حکومت پنجاب نے طباعت سے قبل ہی ضبط کر لیا۔ ضبط شدہ مسودہ کی بازیابی کے بعد اسے کتابی صورت میں چھاپا گیا ہے۔ کتاب خالص علمی اور تحقیقی انداز سے لکھی گئی ہے۔ خاص طور سے مذاہب عالم اور تقابلِ ادیان سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے لئے یہ کتاب گراں قدر سرمایہ ہے اردو بازار لاہور میں یہ کتب اسلامی اکیڈیمی سے بھی مل سکتی ہے۔
(ح۔ ن۔ ا)

ہمارے فرائض اور ہمارے حقوق .... مؤلف حافظ نذر احمد

ناشر۔ مسلم اکادمی ۱۸/۲۹ محمد نگر لاہور۔ اسلامی اکادمی۔ اردو بازار۔ لاہور

صفحات ۳۳۶۔ جلد خوبصورت ڈائی والی۔ قیمت ۳۲ روپے

معاشرتی زندگی باہمی حقوق وفرائض کی بجا آوری کا نام ہے۔ حقوق وفرائض کے درمیان جس قدر توازن

ہوگا۔ معاشرہ اسی قدر ناہمواریوں سے پاک ہوگا۔ موجودہ دور میں حقوق حاصل کرنے کی خاطر تو کئی ایک تنظیمیں وجود میں آچکی ہیں۔ مگر فرائض کی بجا آوری کی طرف چنداں توجہ نہیں۔ یہی سبب ہے کہ حقوق و فرائض کے درمیان مطلوبہ توازن نہیں رہا۔ جہاں اپنے حقوق کی حفاظت ضروری ہے۔ وہیں فرائض کی بجا آوری بھی لازمی ہے۔

زیر نظر کتاب میں حافظ نذیر احمد صاحب نے مسلم معاشرہ میں افراد کے حقوق اور ان کے فرائض بیان کئے ہیں۔ مختلف رشتوں اور رابطوں کے تعلق سے ۱۵ عنوانات قائم کئے گئے ہیں اور ان میں ایسے عنوان بھی شامل ہیں جن پر پہلے اظہار خیال نہیں کیا گیا۔ مثلاً میزبان و مہمان کے حقوق و فرائض۔ ڈاکٹر اور مریض کے حقوق و فرائض۔ امام اور مقتدی کے حقوق و فرائض وغیرہ۔

حافظ صاحب کی تحریروں میں خوبصورت انداز بیان اور موزوں طرز تفہیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور زیر نظر کتاب میں بھی یہ خوبیاں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ کوئی بات کتاب و سنت کے حوالہ کے بغیر نہ ہو۔ اصلاح فرد اور تہذیب معاشرہ کے لئے حافظ صاحب کی یہ کاوش یقیناً مفید ثابت ہوگی۔ (اختر راہی)

اسلام کا نظام امن | مصنف مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحی۔ صفحات ۱۱۲ قیمت دس روپے۔
ناشر: عبدالمتین۔ راجپوت اکیڈمی۔ گوجرانوالہ۔ طباعت آفسٹ

مستشرقین و متعصبین یورپ نے اسلام کو ایک ظالمانہ اور وحشیانہ مذہب ثابت کرنے کی بے انتہا کوشش کی ہے۔ اور کر رہے ہیں۔ تاکہ لوگوں کے دلوں میں اسلام سے نفرت پیدا ہو جائے۔ حالاں کہ اسلام نے امن عالم کا جو نظام پیش کیا ہے وہ تمام ادیان کے لئے ایک چیلنج ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کے تعارف میں مولانا عبداللطیف نعمانی صاحب نے بجا فرمایا ہے۔" امن و راحت کے نام پر آج بھی دنیا میں مختلف نظریوں کا ہجوم ہے۔ گاندھی ازم۔ سوشلزم۔ نیشنلزم۔ سیکولرازم۔ کیمونزم۔ کیپٹلزم اور دوسرے دسیوں ازم کار فرما ہیں۔ پھر کبھی سلامتی کونسل کا شور اٹھتا ہے اور کبھی یو۔این۔ انٹرنیشنل آرمی پلان کے سنہرے کارناموں کا۔ پھر اس کے ساتھ روس کی امن مہم اور امریکہ امن بریگیڈ کے نعروں سے دنیا گونج رہی ہے مگر بایں ہمہ امن و عافیت دنیا سے ناپید اور انسانی جان و مال اور عزت و آبرو اپنی صحیح قدر و قیمت سے محروم ہے نہ عالمی تنازعات اور تناؤ میں کوئی کمی ہے اور نہ عام انسان ہی موت و حیات کی کش مکش سے محفوظ ہیں۔

اس کتاب کے فاضل مؤلف جو "فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے مرتب ہیں" نے نہایت عرق ریزی سے اسلامی نظام کا تفصیلی خاکہ پیش کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام اس میں کس حد تک کامیاب رہا ہے اور جب تک مسلمان ان احکام کے پابند تھے ان کو امن و طمانیت (اور آرام و راحت کی وہ زندگی نصیب ہوئی تھی۔ جو آج ہمارے لئے خواب و خیال بن گئی۔ دور حاضر میں کتاب مذکورہ کا مطالعہ ہر متلاشی امن شخصیت کے لئے ضروری ہے۔ (م۔ا۔ف)

حافظ محمد ابراہیم فانی

فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

خوانِ یغما ــــــ یعنی حاصلِ مطالعہ

غیب الغیب | اجرام سماوی کی سائنسی یا اس فلکیاتی طلسم ہوشربا میں اصل بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ اس انتقاد کائنات کا اصل اطلاق "غیب غیب" بدستور دور ہی دور اور غیب ہی غیب رہتا ہے۔ اگرچہ ہمارے مکان و زمان کی اتنی وسعتوں اور ماضی کی طرف اتنے فاصلوں تک ہم کچھ نہ کچھ کھوج لگا چکے ہیں۔ پھر بھی ہمارے پاس اس مسئلہ کا کوئی آخری جواب نہیں کہ جب کائنات پیدا ہوئی تو اس وقت کیا صورت تھی؟

اصل یہ ہے کہ اس طرح کے سوالات میں ہم سائنسی مشاہدہ کی دنیا سے نکل کر فلسفیانہ نظریات و قیاسات کی دنیا میں جا پڑتے اور فلسفی کا بھی یہ حال پاتے ہیں ؎

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں　　ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

مولانا عبدالباری ندوی۔ مذہب و سائنس ص ۵۰

صحابہ کرامؓ کی زندگی پر اسوۂ رسولؐ کا پرتو | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نے صحابہ کرام کی زندگی ان کے اذواق و رجحانات اور اپنے گھر والوں اور اپنے مال کے ساتھ ان کے رویہ پر بھرپور اور گہرا اثر ڈالا۔ اور یہ روح ان کے رگ و ریشہ ان کے اخلاق اور ان کی عقلیت میں اس طرح جاری و ساری ہو گئی۔ کہ ان کی زندگی بڑی حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی کی تصویر یا عکس بن گئی۔ جو آپ کے زیادہ قریب تھا۔ وہ قدرتی طور پر آپ سے زیادہ مشابہ تھا۔ تاریخ نے ان کے زہد و تورع غم خواری و حاجت براری قناعت پسندی و جفاکشی اور ایثار و قربانی کے جو واقعات اور کارنامے محفوظ کر دئیے ہیں وہ اخلاق و مذاہب کی تاریخ میں سب سے اوپر اور سب سے زیادہ روشن نظر آتے ہیں۔ اور دنیا کی کوئی قوم اس کے قریب نہیں پہنچ سکی۔

مولانا ابوالحسن ندوی۔ ارکان اربعہ ص ۲

راہِ رضا اور مقصودِ بیعت | سید احمد شہید بریلوی اور ان کے رفیقوں کے پیشِ نظر اعلائے کلمۃ اللہ اور رضائے باری تعالیٰ کے سوا کچھ نہ تھا۔ ان کے نزدیک بیعت کا مقصود ہی یہ تھا کہ خدا کی رضا حاصل ہو۔ فرماتے ہیں :-

"مشائخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت کا مقصود صرف یہ ہے کہ خدا کی رضا حاصل ہو۔ اور خدا کی رضا روشن شریعت کی پیروی پر موقوف ہے۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے سوا رضائے حق حاصل کرنے کا قائل ہے وہ جھوٹا اور گمراہ ہے۔ اس کا دعویٰ باطل ہے۔ اور سننے کے قابل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ ایک ترک اشراک اور دوسری ترک بدعات"۔

پھر دونوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ترک اشراک یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کو مشکلوں اور بلاؤں کا دور کرنے والا نہ سمجھا جائے۔ نبی، ولی، صالح اور فرشتے خدا کی بارگاہ میں مقبول ہیں۔ خدا کی رضا حاصل کرنے میں ان کی پیروی کرنی چاہیئے۔ اس راہ میں انہیں اپنا پیشوا ماننا چاہیئے۔ انہیں زمانی حوادث پر قادر ماننا یا عالم الستر جاننا ہرگز مناسب نہیں۔

ترک بدعات یہ ہے کہ تمام عبادات معاملات نیز معادی اور معاشی امور میں انبیاء کے خاتم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر مضبوطی اور اولوالعزمی سے قدم جمائے جائیں۔ دوسرے لوگوں نے جو نئی رسمیں پیدا کر لی ہیں ان سے دور رہنا چاہیئے۔ غلام رسول مہر جماعت مجاہدین صہ

مذہب اور زندگی کے بنیادی امور میں عقل دخل انداز نہیں ہو سکتی | مذہب فطرت والوں نے بالواسطہ اور آزاد خیال لوگوں نے بلا واسطہ مذہب اور زندگی کے معاملات میں تصفیہ کے لئے عقل کو معیار تسلیم کیا ہے۔ ذیل میں اس امر کی کسی قدر وضاحت کی جاتی ہے کہ ان دونوں کے اہم معاملات میں کیا واقعی عقل معیار بن سکتی ہے؟

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حقائق واشیاء کے ثابت کرنے کے لئے عقل نہایت مفید و موثر ذریعہ ہے۔ لیکن تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ مذہب اور زندگی میں اس کی دخل اندازی کی ایک حد مقرر ہے اس حد سے باہر دخل دینے کی یا تو اس میں ہمت نہیں یا اس کی مداخلت بے سود بلکہ بسا اوقات مضر رساں بھی ثابت ہوتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ زندگی کے اکثر و بیشتر لمحات میں عقل بے بس ہے۔ یہ لمحات محض جذبات و مرغوبات کی تاریکیوں میں طے ہوتے ہیں۔ وہاں عقل کی کوئی رہنمائی نہیں ہوتی۔ اور اگر ہوتی بھی ہے تو اس سے خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ ایسے حالات میں کیسے باور کیا جائے کہ جو شئے انسان کی عقل و فہم سے خارج ہو وہ اس کی زندگی سے بھی خارج ہوگی۔ مولانا محمد تقی امینی۔ لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر صہ

P.I.D — ISLAMABAD